دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم
میں چند روز
تالیف
امیر محمد اکرم اعوان
ناشر
ادارہ نقشبندیہ اویسیہ دارالعرفان، منارہ، ضلع چکوال

دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم

میں چند روز

امیر محمد اکرم اعوان

ناشر

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ

دارالعرفان (منارہ) چکوال

نام کتاب: دیار حبیب ﷺ میں چند روز

مصنف: مولانا محمد اکرم

تعداد: بارہ سو

بار: چہارم

مطبع: یمانی پرنٹرز

طابع: ادارہ نقشبندیہ دارالعرفان، منارہ ضلع چکوال

ہدیہ: 20 روپے

سول ایجنٹ

اویسیہ کتب خانہ

اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ، ٹاؤن شپ لاہور

مقال خیال

محبت کی ایک مجبوری ہے کہ زبان نہیں رکھتی اور دل کی یہ خواہش کہ حاشیہ خیال میں گلہائے گفتار سجائے......واردات و احساسات کی ترجمانی کا حق الفاظ میں کسی طرح ادا ہو، ظلال معانی ان آبگینوں میں کیسے جھلک جائیں۔

ہر آں معنی کے شد از ذوق پیدا
کجا تعبیرِ لفظی یابد اُورا

یہ سب درست لیکن خلوص دل اور محبت خود ایسی دولت ہے کہ جس کا دل اس کے جلووں سے رنگین اور جس کی فطرت اس کے انوار سے مزین ہو، اس کے الفاظ سحر حلال کا کام کرتے ہیں، مختصر بلکہ ادھورے بیانات بھی بڑے بڑے مقالات کا کام کر جاتے ہیں۔ محبت کی کرشمہ سازیاں بھی عجیب ہیں۔

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد
بسا کیں آتش ازگفتار خیزد

مجرد سماع سے ہی اللہ چاہے تو روح کی آنکھ کھل جاتی ہے اور وہی مناظر وہی احساسات وہی واردات دل میں سما جاتے ہیں۔

صوفیائے کرام کی اصطلاح میں اسے فیضان صحبت اور انعکاس محبت کہتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ العالی، جن کی رشحات فکر زیب اشاعت ہیں نہ تو کوئی پیشہ ور ادیب ہیں اور نہ ہی باقاعدہ انشاء پرداز، اللہ کی رحمت بے پایاں اور اس کی کرم نوازی کہ دل درد آشنا چشم بینا رکھتے ہیں۔ اللہ کریم نے وہ درد اور بصیرت عطا کر رکھی ہے کہ جن لوگوں کو فیضان صحبت نصیب ہوا بس وہی کچھ اس کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

من ذاق ذاق ومن وجد وجد

ذوق ایں مے نشناسی بخدا تا نہ چشی

دیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم (حرمین شریفین) کی زیارت اللہ تعالیٰ کی خصوصی نعمتوں میں سے ہے، پھر اس سعادت کے انوار و برکات سے قلب و روح کی تشنگی بجھانا، اور لذت مشاہدات سے سرفراز ہونا نور علیٰ نور ہے۔

ایں سعادت قسمت شہباز و شاہیں کردہ اند

تحریر کا کمال یہ ہے کہ بے تکلفی اور سادگی کے ساتھ، کچھ ایسی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جیسے پڑھنے والا بھی اس سفر میں مصنف کے ہمرکاب ہے اور اس کی روح بھی اس اہتزاز میں مست و سرشار ہے کہ جس سے حضرت مصنف کو بہرۂ وافر ملا ہے۔

شیخ کامل کی توجہ کی سی صورت ہے کہ ادھر زبان فیض ترجمان سے کوئی لفظ نکلا اور ادھر سالک کی روح ان مقامات کی سیر سے سرفراز ہوئی۔ بعض مقامات پر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم عہد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں پہنچ گئے ہیں ہم ان واقعات کے صرف شاہد ہی نہیں بلکہ ان میں شامل ہیں، زماں و مکاں کی وسعتیں گوشۂ دل میں کہیں سمٹ آئی ہیں۔

غزواتِ بدرواحد، ہجرت مدینہ، فتح مکہ، خلوت حرا، اسرار غارثور، خطبہ حجۃ الوداع سب اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ دورِ خلافت راشدہ نگاہوں میں پھر جاتا ہے۔ جب مطالعہ سے فارغ ہوجاتے ہیں تو حیرت زدہ رہ جاتے ہیں۔

اینکہ می بینیم بہ بیداریست یارب یا بخواب

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے قارئین کرام کو بھی اس نعمت سے نوازے۔

دیکھا ہے جو کچھ میں نے اوروں کو بھی دکھلا دے
محروم تماشا کو پھر دیدۂ بینا دے

اللھم ارزقنا زیارۃ الحرمین الشریفین بحرمۃ النبی الکریم علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ التسلیم.

ابوالحسن نقوی

مئے باقی

۲۳؍ربیع الاول ۱۳۹۷ہجری اور (غالباً) مارچ ۷۷ء کی ۱۳؍تاریخ۔ بعد نماز عصر...... یہ چند سطور مسجد الحرام میں بیٹھا لکھ رہا ہوں ہر چند کے لکھنے کا سلیقہ نہیں پھر بھی لکھ رہا ہوں بے علم و بے عمل، انتہائی تہی دست، صرف اس علیم وخبیر اور عزیز وحکیم کے بھروسہ پر قلم ہاتھ میں لیا ہے کہ (اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمْ) خیال ہے کہ یہ سطور بازخوانی کا کام دیں گی۔

چل مرے خامے بِسْمِ اللّٰه:۔

سمند خیال زندگی کے اس دور کو جا پہنچا "جب آتش جواں تھا" ودر جوانی چنانکہ افتد دانی۔ نہ فکر زدانہ غم دوراں، دنیا اور اس کی رعنائیاں احباب کی محفلیں، قہقہے اور خوش گپیاں، جوانی، قوتِ بازو، دنیوی غرور اور خدا سے لاتعلقی اور محرومی نے مل کر فرعون بنا دیا تھا۔

کسے خیال تھا کعبۃ اللہ کی زیارت کا اور کس کے دل میں اس کی عظمت تھی۔ عظمت تھی شرف تھا، کرامت تھی تو عنداللہ تھی میرے سینے میں تو صرف اور صرف یہ بات تھی کہ اس عالم رنگ و بو کی زینت میں ہی ہوں اور پھر کیا ہوا۔

ارے ہونا کیا تھا ایک مذہبی جلسے میں جانے کا اتفاق ہوا، کہاں میں اور کہاں

مذہبی جلسہ، کیوں گیا یہ ایک لمبی داستان ہے اور میری ذاتی ہے صرف اتنا عرض کروں کہ میں نے اپنا رات دن، اپنی جوانی، اپنی قوت اور اپنی تمام کوششیں اور صلاحتیں دنیا کی خدمت کے لئے وقف کر دی تھیں لیکن دنیا نے ایسا پلٹا کھایا کہ اپنے بھی دشمن بن گئے ایک ہی جھٹکے میں منہ کے بل گرا تکبر اور غرور کی عمارت متزلزل ہوگئی پستول جو میری اندھیری راتوں کا ساتھی تھا ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑا۔ انا یئت پر چوٹ پڑی اور ایسی کہ چور ہو کر گر گئی۔ خود کو ایک دوراہے پر پایا۔ ایک راستہ پھر دنیا میں گم ہو جانے کا تھا بایں خیال کہ اگر ایک مرتبہ دھوکہ دیا تو پھر وفا کرے گی اور دوسرا راستہ یہ تھا کہ اس سے وفا کی امید نہیں، جس کی خاطر تو نے اپنا سب کچھ قربان کیا، اور بجز بے وفائی کے کچھ حاصل نہ ہوا۔ اب کس بھروسے پہ اس سے وفا کا طالب ہے یہ تذبذب دین کی طرف لے گیا اور پھر دیکھا بڑے بڑے درویش نما دنیا دار جن میں بعض نیک بھی پھنسے ہوئے تھے مگر محض اپنی سادگی کی وجہ سے جانتے وہ بھی کچھ نہ تھے اور کثرت صنف اول کی تھی۔ اللہ اللہ کیا کروں کہاں جاؤں۔

کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

آج چشم تصور سے اس یاسیت کے درد کو دیکھ رہا ہوں جب کئی کئی دن کھانے کو طبیعت ہی نہ چاہتی تھی اسی متکبر جسم پر چیتھڑے بھی پہنے، لباس کی الفت مٹ گئی تھی۔ نیند میں مزا نہ رہا، احباب سے تعلق ٹوٹ گیا اور پھر میں کیا تھا ایک جیتی جاگتی لاش، ہاں ایک بات ضرور ہوئی۔

جب دیا رنج بتوں نے تو خدا یاد آیا

ہر طرف کی مایوسی نے اللہ کا دروازہ دکھا دیا (اَمَّنْ یجیب المضطر اذاد

عـاہ ویکشف السوآء)اور میری راتیں اس کے در پر بسر ہونے لگیں۔ایک امید پر کہ اس کی رحمت بے پایاں ہے ضرور دستگیری فرمائے گا۔اور یہی ہوا۔ یہی امید مجھے کشاں کشاں جلسوں میں وعظوں میں اور مسجدوں میں لے جاتی۔

لیکن مایوس ہی لوٹتا......!

اور پھر ایک دن رحمت باری جوش میں آئی۔

زندگی کو ڈھونڈنے نکلے تھے ہم　　　دفعتاً اک موڑ پر تم مل گئے

موضع پدھراڑ کے ایک جلسہ میں حضرت الاستاد مولانا اللہ یار خان (مدظلہ العالی) کو دیکھا بس وہی ایک نگاہ سرمایۂ حیات ہے۔

ایک کچے مکان میں کھری چارپائی پر ایک کھدر پوش لیٹا ہوا تھا۔ دورِ حاضرہ کے واعظوں کے تکلفات کے بالکل برعکس چہرے پر نورانیت، اعمال میں سنتِ نبوی علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کا رنگ اور آواز میں فاروقی گرج۔مقصود سامنے تھا اور اللہ کی رحمت یاور، چمٹ گیا اور بحمد اللہ تاحال قدموں میں ہوں اللہ مجھے ابدالاباد یہ رفاقت نصیب فرمائے۔(آمین)

اس مرد قلندر نے مجھ شکستہ دل کو سہارا دیا، ساتھ رکھا بنایا سنوارا اور ''با جان جان ہمراز'' کر دیا، پتہ نہیں کیا رنگ چڑھایا حیران ہوں کہ لوگ مجھ روسیا کی زیارت کرنے آتے ہیں۔شاید یہ جمال ہمنیش کا کرشمہ ہے۔

وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

اور آج اسی شمس فلک ولایت کے صدقے مسجد الحرام میں بیٹھا یہ تاثرات قلمبند کر رہا ہوں، ورنہ

کہاں میں اور کہاں یہ رحمت خاص
کہاں سے کس جگہ لایا گیا ہوں

قبل ازیں ۷۴۔۱۹۷۳ء میں حضرت کے خادموں میں حج بیت اللہ نصیب ہوا اور آج پھر انہی کے صدقے عمرہ کی سعادت!

(یہ پس منظر کی ایک جھلک تھی)

سرورسوزِ مشتاقی

تو فرمودی رہ بطحا گرفتیم
وگرنہ جز تو ما را منزلے نیست

سحر کا پرنور وقت اور عرب کی مقدس سرزمین فضا بوئے محبوب سے مہک رہی تھی، کہ طیارے کے پہیوں نے زمین کو چھوا، نماز فجر جدہ ایئرپورٹ پر ادا کی حضرت استاذ نا المکرّم کے اکثر خدام جدہ میں، میں جناب کرنل مطلوب گئے اور عزیزی زاہد امین کو تلاش کرلائے ناشتہ سے فراغت کے بعد گاڑیاں لیں اور مکہ مکرمہ کا رخ کیا۔ (شاید دل نے بھی اپنا قبلہ راست کرلیا) إنـي وجهـت وجهـي للـذي فـطـر السموات والارض الخ

حدائق حدیبیہ

جدہ سے مکہ مکرمہ جاتے ہوئے جہاں حرم شریف کی حد آتی ہے وہاں سڑک کے دونوں جانب سفید مینار نشاندہی کرتے ہیں ارد گرد چھوٹی پہاڑیاں اور درمیان میں ایک چھوٹا سا صحرا نما میدان ہے ننھی ننھی جھاڑیوں نے یہاں وہاں جھنڈے بنا رکھے ہیں۔ اسے حدائق الحدیبیہ کہتے ہیں۔

یہی وہ جگہ ہے جہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات برکات کا مع چودہ

صد جاں نثاروں کے روک دیا گیا تھا چشم فلک نے دیکھا کہ بیت اللہ کا طواف مشرک، یہودی اور عیسائی تک تو کر سکتے ہیں مگر اجازت نہیں تو اس ہستی کے لئے جس کے کرم سے جہاں میں رنگ و بو ہے......اگر رکاوٹ ہے تو ابوبکر صدیقؓ اور فاروق اعظمؓ کے لئے عثمان غنیؓ اور علی مرتضیٰؓ کے لئے۔ اللہ! تیری شان انسانی سمجھ سے بعید ہے اور تیری عظمت عقل نارسا کی رسائی سے بالاتر!

دیکھ اے چشم تصور!

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک خاردار درخت کے نیچے جاں نثاروں کے جھرمٹ میں تشریف فرما ہیں اہل مکہ سے سفارت چل رہی ہے لیکن وقتی اقتدار نے صنادید قریش سے بینائی چھین لی ہے۔ گروہی اور نسبی عصبیت نے اندھا کر رکھا ہے۔

دیکھتے ہیں مگر سوجھتا نہیں۔ **ینظرون الیک وھم لا یبصرون** کس قدر عظیم ہے فرمان باری، آج بھی وہی لوگ اندھے پن کا شکار ہیں جنہیں اقتدار نے اندھا کر رکھا ہے اس اندھے پن کا شکار باوجود اندھا ہونے کے نہ کسی سے راستہ پوچھتا ہے اور نہ کسی کے بتانے سے راستہ اختیار کرتا ہے۔

لیکن محرومی اقتدار کے بعد انہی سرداران قریش سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ شریف کے دروازے میں کھڑے ہو کر پوچھا تھا کہ میرے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے۔ بیک زبان چلا اٹھے۔ **انت الکریم إبن الکریم إبن الکریم** ۔ دیکھا کس طرح بینائی عود کر آئی۔ اس اندھے پن کا علاج صرف اتباع پیغمبر ہے اور صرف شمس نبوت کی روشنی ہی راستہ دکھا سکتی ہے ورنہ اقتدار ہمیشہ یقدم

قومہ واردھم النار پر ہی منتج ہوتا ہے۔(اللہ کریم جملہ اہل اسلام کو اپنی پناہ میں رکھے۔آمین)

مسلمانوں کے سفیر حضرت عثمانؓ مکہ پہنچے تو قریش نے جواب نفی میں دیا۔ ہاں ایک رعایت دی کہ آپ یہاں آئے ہیں طواف کرلیں۔فرمایا۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو حدیبیہ میں بیٹھے ہوں اور عثمان طواف کعبہ کرے۔ یہ ناممکن ہے۔ سبحان اللہ یہ محبت کی معراج ہے اور ایک واضح اصول کہ دین اللہ کے رسول کے پیچھے چلنے کا نام ہے اور بس۔

اے آج کے مسلمان! دین کو ان عظیم انسانوں سے سیکھ جن کے نقش قدم پر چلنا فرض ہے اور شرط کامرانی **والذین اتبعوھم باحسان** ......قریش کی طرف سے عروہ بن مسعود ثقفی میدان حدیبیہ میں حاضر ہوا۔ زیرک انسان تھا نہایت باریک بینی سے صحابہ کرام کا مشاہدہ کیا۔ واپس جا کر جو رپورٹ دی وہ علامہ باذل (ایرانی شیعی) کی زبانی سنیئے۔

والفضل ماشھدت به الاعداء

وہ اپنی تصنیف منظوم حملہ حیدری میں یوں بیان کرتا ہے "اے قوم قریش میں نے بہت شہنشاہوں کے دربار دیکھے ہیں روم وزنگبار میں گیا ہوں مگر

آں چہ من دیدم از یاران او ہمہ سر بکف جان نثاران او

محمد چوں انداز و آب دہن براں آب چوں میکند انجمن

گیرند و مالند بر چشم ورو وزاں آب تازہ کنند آبرو

اے قریش، ان سے لڑنا انسانی بس کی بات نہیں، اس روز تو قریش مان گئے۔

اور صلح نامہ حدیبیہ تحریر ہوا۔ مگر یوم بدر یہ بات نہ جان سکے۔ اور پھر احد میں بھی یہی غلطی کی اور آخری بار یوم خندق آیا اسے دہرایا۔ اس کے بعد ہمیشہ کے لئے نابود ہو گئے ہاں ان میں صرف وہی سرفراز ہوئے جن کی گردن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے طوق سے مزین ہوئی ورنہ باقی قیامت تک آنے والے لوگوں کے لئے درس عبرت بن گئے۔

یہی وہ میدان ہے جو ان تمام باتوں کا امین ہے ذرا دل کھول کر آنکھوں سے دیکھئے اس کے ذرے رشک شمس وقمر ہیں یہی وہ نور ہے جس سے عالم منور ہے سورج کا تو محض نام ہے۔

مصلحت را تہمتے برآہوئے چیں بستہ اند

بلکہ میں تو یہی کہوں گا کہ سورج کا روزانہ پلٹ کر آنا انہی ذروں کی زیارت کی غرض سے ہے۔

یہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حلق کرایا۔ قربانی دی اور اسی جگہ ابوجندل کو پابجولاں کفار مکہ کی تحویل میں دیا تھا۔ مگر واہ رے سودائے عشق تجھ میں کمی نہ آئی۔

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما

اسی میدان کے اس خاردار درخت کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس کا تذکرہ عرش بریں سے کلام باری میں نازل ہوا۔ یہیں فأنزل الله سكينة کا مژدہ جانفزا سنائی دیتا ہے۔ جس زمین پر جاں نثارانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم لگے وہ بھی سکینہ باری سے فیضیاب ہوئی۔ دنیا کے جس حصہ میں کلمۂ توحید کو صحابہ کرامؓ نے پہنچایا وہ آج تک کلمہ سے محروم نہیں ہوا۔

بہ زمینے کہ نشان کف پائے تو بود

سالہا سجدہ گہ صاحب نظراں خواہد بود

باقی خطوں میں کبھی اسلام آیا اور کبھی اس کا نام لینے والا بھی نہ رہا یہ ایک تاریخی شہادت ہے صحابہ کرامؓ کے عشق صادق کی، ان کے خلوص اور ایمان کامل کی۔

سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم

ثبت است برجریدہ عالم دوام ما

بدیں آرزو یہاں سے گزرے خدایا ایں کرم بار دگر کن

مکہ مکرمہ پہنچے تقریباً ڈھائی سال بعد پھر حاضری نصیب ہوئی۔ لیکن اس مختصر عرصہ نے بھی شہر کا نقشہ بدل دیا ہے فلک بوس عمارتیں حریم کعبہ کے ارد گرد کسی خوبصورت نوجوان کی طرح پہرہ دیتی ہوئی، دل کو لبھاتی ہیں۔ فراخ اور شفاف سڑکوں پر دنیا کی بہترین موٹریں فراٹے بھرتی ہوئی اس مقدس سرزمین پر رنگ برنگی تتلیوں کی طرح زینت چمن ہیں۔

حضرت خلیل اللہ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کا اثر ہے کہ دنیا کی بہترین نعمتیں سارے جہاں سے سمٹ آئی ہیں عین وسط شہر میں بیت اللہ اپنی عظمت وجلالت کے ساتھ سینہ تانے دعوت نظارہ دے رہا ہے۔ یہی کائنات کا نقطۂ آغاز ہے یہی محبوب انبیاء ہے یہی مہبط تجلیات باری ہے۔ یہی قبلہ عالم وعالمیان ہے اور اسی کے وجود سے بقائے عالم کا راز وابستہ ہے۔ جب یہ چند پتھر بکھر جائینگے تو کائنات کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ قیامت قائم ہوجائے گی جس روز اس کا طواف قیام اور سجود نہیں رہے گا۔ نہ سورج میں روشنی ہوگی نہ آسمان میں یارائے ضبط، آسمان پھٹ جائے

گا، ستارے جھڑ جائیں گے شمس وقمر بے نور ہو جائیں ے۔ سمندر کھولیں گے اور پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح فضا میں اڑتے ہوں گے۔

اس کا طواف حرکت قلب کی مانند ہے جس سے حیات کا وجود ہے اسی طرح طواف کعبہ سے حیاء کائنات متعلق ہے یہی وہ عظیم مقام ہے جس کی حاضری پر رحمت باری بڑھ کر تھام لیتی ہے اسی بھٹی سے عاصی و بدکار کندن بن کر نکلتے ہیں لیکن خبردار! یہاں اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی شرط ہے۔

محمدؐ کی غلامی دینِ حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

اگر یہاں بھی (خدانخواستہ) خلاف سنت امور سرزد ہوئے تو یاد رکھو! ایک سنت کی پامالی گویا ایک لاکھ سنت کی پامالی ہے۔ **اللھم انا نعوذبک من شرور انفسنا و من سیئات أعمالنا.**

یہاں بیت اللہ شریف کے متصل "**فندق زمزم**" میں جگہ ملی۔ اس سال زیارتِ غار حرا نصیب ہوئی۔ حضرت کے خادموں میں جبل نور کی زیارت کو گیا۔

بلند و بالا، بے برگ و گیاہ ایک پر ہیبت و پرشکوہ پہاڑ سینہ زمین پر استادہ ہے جس کی چوٹی پر پہنچنے کے لئے عمر رفتہ کو آواز دینا پڑتی ہے۔ انتہائی بلند پر چند پتھروں میں ایک چھوٹی سی کھوہ ہے جس میں صرف بیٹھا جا سکتا ہے اور ایک وقت میں ایک آدمی ہی بیٹھ سکتا ہے۔ ایک تنگ درّہ نما راستہ یہاں تک پہنچتا ہے یہ وہ جگہ ہے جہاں سے آفتاب نبوت طلوع ہوا اور ہمیشہ کے لئے کائنات کو منور کر دیا۔ یہ وہی پتھر ہے جو آقائے نامدارؐ فداہ ابی و امی کے رفیق اور خادم بنے یہ وہ جگہ ہے جہاں روح الامین

خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے۔ راستہ کے ایک ایک قدم سے محبت وعشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مہک آتی ہے اور یہاں صرف ایک شوق اور محبت ہی کی سواری ہے جو زائرکواوپر لے جاتی ہے۔

شوق راہِ خویش داند بے دلیل

چند منٹ میں حاضری نصیب ہوئی لیکن زندگی کے یہ چند منٹ توشۂ آخرت ہیں حاصل حیات ہیں۔

اگر بہر دو جہاں یک نفس زنم بادوست
مراز ہر دو جہاں حاصل آں نفس باشند

اللہ! تیری شان عجب اور تیرے کام نرالے، آدم علیہ السلام کوفراق دیا نوح علیہ السلام کے سامنے بیٹے کے ڈوبنے کا نقشہ، موسیٰ علیہ السلام کومحل شاہی سے چرواہا بنایا۔ یوسف علیہ السلام کوشفقت پدری سے نکال کر چاہ کنعان میں جگہ دی اور محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم وعلیٰ ابائہ الکرام من الانبیاء) کواس بلندوبالا پہاڑ کی چوٹی پر جگہ عطا فرمائی۔ تو اپنے کاموں کوخود ہی سمجھ سکتا ہے۔ شاید چشم ظاہر بیں تو اسے اتفاقات میں سے جانے مگر دنیا میں کیا کبھی کوئی کام اتفاقاً بھی ہوتا ہے۔ ارے بھئی! کبھی نہیں کوئی کرتا ہے تو ہوتا ہے۔

حضرت حافظ عبدالرزاق صاحب اور احباب نے بیگ صاحب کواشارہ فرمایا توانہوں نے سورۂ اِقراء تلاوت فرمائی۔

إقراء باسم ربک الذی خلق، خلق الانسان من علق، إقراء وربک الاکرم الذی علم بالقلم، علم الانسان مالم یعلم

سبحان اللہ! وہی پتھر وہی پہاڑی وہی جگہ اور وہی سورۃ، جو سب سے پہلے دنیا میں نازل ہوئی جیسے جیسے سنتا گیا پتہ چلتا گیا کہ تمام امور کا فیصلہ تو اسی ایک سورۃ میں کر دیا گیا تھا باقی قرآن تو محض انعام باری ہے، اور عطائے ربانی۔

إقراء باسمہ ربک نے قرأت سکھائی۔ الذی خلق، نے صفات باری کا پتہ دیا، علم الانسان نے سینہ پرنور کو مخزن علم وحکمت بنا دیا۔

عبداً إذا صلی نے صفات نبویؐ کی پردہ کشائی کی، اور اس ساری کی ساری بشارت کا رخ غلامان رسالت کی طرف تبدیل ہوا تو نافرمان قہر الٰہی کی زد میں آ گئے۔ لنسفعاً بالناصیة کی کڑک سنائی دی۔ ناصیة کاذبة خاطئة نے عادات بد کو بیان کر دیا۔ اور چشم تصور میں یوم بدر گھوم گیا جب حضرت ابن مسعودؓ ابوجہل ملعون کے سر کو گھسیٹ کر لے جا رہے تھے کیا عملی تفسیر چشم عالم کو دکھا دی اور فلیدع نادیهٗ نے بتایا کہ نافرمانوں کا کوئی مددگار نہیں اور یہ کہ زبانیه کے سپرد ہونا ان کے لئے مقدر ہے۔

عجیب پرکیف حالت تھی سارے کا سارا دین ہی سمجھ میں آ گیا، سبحان اللہ، دین کیا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی دین ہے علم وحکمت ہے عرفان ہے اور نافرمانی موجب خسران ہے۔ اللہ کریم فہم سلیم عطا فرمائے اور عمل کی توفیق۔ (آمین)

قافلہ صاحب نظر لوگوں کا تھا ہمت کر کے پوچھ ہی لیا کہ کیا یہ وہی پتھر ہیں جو پہلی وحی کے وقت موجود تھے یا گردش دوراں نے انہیں چھیڑا ہے تو حضرات نے فرمایا وہی ہیں جو انوار نبوت کے امین ہیں۔

بہر زمین کے نسیمے زعشق او بوزد

ہنوز از ہر آں بوئے انس می آید

وہاں سے رخصت ہوکر مسجد خیف میں پہنچے جہاں حضرت جی مدظلہ العالی نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے مزارات کی نشاندہی فرمائی اور فرمایا ان حضراتؑ کے علاوہ یہاں گیارہ نبیؑ اور دفن ہیں اور مزدلفہ سے ہوتی ہوئی موٹر وادی محصر سے گزری جہاں ابابیلوں نے ہاتھیوں کو شکست دی تھی (سبحان اللہ) اور پھر میدان عرفات اور جبل رحمت۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت آدم علیہ السلام کی اماں حوا سے ملاقات ہوئی۔ یہ بچھڑے ہوؤں کے ملنے کی جگہ ہے۔ یہاں بچھڑی ہوئی مخلوق خالق حقیق کے شرفِ ملاقات سے سرفراز ہوتی ہے۔اس جگہ بے شمار انبیاء علیہ السلام کو دیکھا۔احباب کہنے لگے اس کے پہلو میں ایک رسولؐ کے مدفن ہے دراصل یہ زمین معدن جواہر ہے جس نے اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی دیکھی اور جس نے محمد رسول للہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت عقبہ کا نظارہ کیا جس نے خطبہ حجۃ الوداع سنا، ہاں ہاں یہی جگہ ان خزائن کی امین ہے یہی منیٰ اور عرفات اور ان سب داستانوں کے محافظ ہیں۔ دین حنیف کی ابتداء جو حرا سے ہوئی اس کی تکمیل کا اعلان اسی عرفات نے سنا **الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا**۔ ہاں ہاں وہ دیکھئے تو سامنے اژدھام کیسا ہے۔ یہ کون ہستی ہے جو سانڈنی پر سوار تمام کائنات کے لئے پیغام فلاح نشر کر رہی ہے کس قدر ہجوم ہے لیکن ذرا دیکھو تو نظم وضبط کا کیا عالم ہے۔ سبحان اللہ۔ اسی سانڈنی سوار نے چوروں سے عادل، جاہلوں، سے فاضل بدوؤں اور خانہ بدوشوں سے مدبر پیدا کئے۔ آج انہی کی

زبانِ حق ترجمان سے تکمیل دین کا پیغام نشر ہو رہا ہے۔لیکن یہ بات سارے عالم میں کیسے پہنچے گی۔ جسے صرف یہ بے سروسامان لوگ سن رہے ہیں مگر دیکھو تو آخری الفاظ کیا ہیں۔**فیبلغ الشاھد الغائب** آپ کی ذات اقدس کا یہی ارشاد شمع رسالت کے پروانوں کو پوری دنیا کی سیاحت پر مجبور کر رہا ہے انہی الفاظ مبارک کو لے کر صحراؤں اور جنگلوں میں دریاؤں اور سمندروں میں آبادیوں اور شہروں میں حتیٰ کہ جھونپڑیوں سے لے کر شاہی محلوں تک میں پھیل گئے اللہ کریم انہیں بہترین اجر سے نوازے واقعی انہوں نے غلامی کا حق ادا کر دیا۔یہی وہ میدان ہے جہاں تکمیل دین کی خوشخبری پا کر شمع رسالت کے پروانے خوشی سے جھوم اٹھے۔اور یہیں وہ گوشہ ہے جہاں ایک نحیف ونزار وجود مغموم بیٹھا ہے اور آنسو ہیں کہ تھمنے کا نام نہیں لیتے۔ جانتے ہو یہ کون ہیں۔ ارے ان کے ظاہر وجود کو نہ دیکھ۔ دیکھنے والے وہ دل دیکھ جو علوم نبوت اور معرفت الٰہی سے لبریز ہے۔ یہی وہ ہستی ہے جس کے لئے عرش سے سلامتی کے پیغام آتے ہیں ہاں ہاں! یہی یارِ غار ہیں یہی رفیق سفر اور یہی پہلے سر بکف مجاہد ہیں جس کی للکار نے مسلیمہ کذاب جیسے دجال کو نیست و نابود کر دیا۔مگر یہ کیا؟ یہ سب لوگ خوش ہیں، انہیں رونے کی کیا حاجت؟ سنو سنو کیا فرماتے ہیں۔

دین کی تکمیل کی مجھے سب سے زیادہ خوشی ہے رونا تو فراق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے جب دین مکمل ہو گیا حضورؐ یقیناً رفیق اعلیٰ سے ملیں گے سبحان اللہ کیسی دوربین نگاہ پائی۔ان آنکھوں نے قوت کہاں سے پائی کہ اس قدر دور کے واقعات کو دیکھ لیا۔ چلو چلو میرے ساتھ آؤ اور دیکھو یہ حرم کعبہ ہے یہ بیت اللہ ہے آج کا تکلف نہ دیکھ۔ آج سے چودہ صدی پہلے کا کعبۃ اللہ دیکھ۔ ایک سادہ سا شہر ہے نہ پختہ سڑک

ہے اور نہ کوئی عظیم مسجد۔ یہ گرداگرد کون لوگ بیٹھے ہیں ارے یہ تو خوش گپیوں میں مصروف ہیں۔ یہ ہیں کون؟ اچھا تو یہ کافر ہیں انہی کو مشرکین مکہ کہتے ہیں اور یہ گستاخ ابوجہل ہے! ارے ارے انہوں نے کیا دیکھا! یکا یک خاموش ہو گئے نگاہیں ایک طرف لگ گئیں بھنویں تن گئیں اور منہ سے کف اڑ رہا ہے بات کیا ہے ان کی نگاہ کا تعاقب تو کریں۔ اچھا! یہ اس آنے والے کو دیکھ رہے ہیں گویا کائنات جھوم رہی ہے لیکن وہ تو ان کی طرف توجہ نہیں فرما رہے وہ تو اپنی لگن میں اپنی دھن میں ہیں وہ دیکھو رکن یمانی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ ہاں! حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان رک گئے ہیں اپنے مالک و معبود و محبوب سے محو گفتگو ہیں۔ لیکن یہ کیا؟ کفار تو بپھرا کر اٹھے ہیں۔ اے چشم فلک دیکھ! یہ ذلیل کافر تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن میں کپڑا ڈال رہے ہیں اور سب چیخ رہے ہیں وہ بجلی کوندی نہیں یہ تو کمزور جسم کا لاغر سا انسان ہے۔ لیکن کس غضب سے جھپٹا کپڑا چھین لیا ہے اور کافروں سے دست و گریبان ہے تقتلون رجلا ان یقول ربی اللّٰہ۔

اللہ اللہ وہ تو سب اسی پر جھپٹ پڑے۔ ارے دیکھو کس شدت سے پیٹ رہے ہیں۔ اے آسمان تو پھٹ کیوں نہیں جاتا، تیرے ستارے کب جھڑیں گے، اللہ، تیرا سورج کب بے نور ہوگا، ابھی اور کیا دیکھنا چاہتا ہے مگر نہیں کسی نے چھڑ یا تو ہے مگر دیکھو تو حال کیا ہے بے ہوش ہیں۔ مار سے منہ اس قدر سوجا کہ ناک اور منہ برابر ہو گئے ہیں آنکھیں بند ہو گئی ہیں غریب کی بینائی جاتی رہی ہوگی۔ ارے جاتی کہاں یہیں سے تو یہ آنکھیں منور ہوئی ہیں کہ آئندہ کے حالات کو دیکھ رہی ہیں۔ ان سب خانوں کو اسی زمین کے ذروں نے ان پہاڑوں اور وادیوں نے اپنے سینے میں جگہ دی

ہے اور یہ ہی ان سب باتوں کے امین ہیں یہی وجہ ہے کہ لوگ شہروں کی رونق کو چھوڑ کر بیوی بچوں کو بھلا کر، کاروبار کو فراموش کر کے بصد وقت وصعوبت یہاں حاضر ہوتے ہیں اور تمام رکاوٹوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ان ذروں پر سجدہ ریز ہیں۔

یہاں سے موٹر حرم شریف کو واپس چلی تو عین اس جگہ اتارا جہاں کسی زمانہ میں ابوجہل کا گھر تھا عین حرم شریف کے سامنے اور اسی گوشۂ تنویر اور حرم شریف کے تقریباً درمیان جس گوشہ سے آفتاب عالم تاب، نور فشانِ عالم ہوا تھا یہ جگہ حائل ہے اسی جگہ اس بد بخت کی سکونت تھی جس نے سارا زور اس بات پر صرف کر دیا تھا کہ **لاالٰہ الااللہ** کی صدا بلند نہ ہو مگر ہوا کیا؟ خود تو مٹ ہی گیا مگر اس زمین کو بھی ہمیشہ کے لئے بد بخت کر گیا۔ دنیا جہاں کے لوگ آتے اور حرم کعبہ کو سجدوں سے سجاتے ہیں مگر اس بد بخت کے مسکن کو غسلخانوں اور بیت الخلاء وغیرہ میں تبدیل کر دیا گیا ہے اور شاید ہی دن یا رات کا کوئی وقت ایسا ہو کہ لوگ یہاں رفع حاجت نہ کر رہے ہوں۔

اور وہ صدائے دلنواز حرم شریف کے بلند و بالا میناروں سے جو آسمان پہ گونج رہی ہے جسے صرف سننے سے اندازہ ہو سکتا ہے لکھنے سے نہیں ایک کیفیت ہے اور کیفیت لفظوں میں نہیں سما سکتی صرف محسوس کی جا سکتی ہے۔

اَشْهَدُ اَنْ لَااِلٰهَ اِلَا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه

☆☆

فندق زمزم

۷۷۔۳۔۱۶۔ وقت سحر

کل کچھ نہ لکھ سکا۔ احباب کے ہمراہ غار ثور کی زیارت نصیب ہوئی۔ فالحمد لله علیٰ ذلک۔ حضرت استادنا المکرّم مدظلہ دامن کوہ سے واپس تشریف لائے۔ احباب نے اوپر جانے کا قصد فرمایا۔ کسی زمانہ میں علامہ باذل ایرانی (شیعہ) کی حملہ حیدری کے کچھ اشعار دیکھے تھے جن میں واقعات ہجرت بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔

چنیں گفت راوی کہ سالار دیں　　　　چو سالم بحفظ جہاں آفریں

زنزدیک آں قوم پرمکر رفت　　　　بسوئے سرائے ابوبکرؓ رفت

کتب سیر واحادیث گواہ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب نکلے تو اس حال میں کہ مکہ مکرمہ میں جینا دوبھر ہو چکا تھا۔ مسلمان دن رات ناقابل بیان اذیتوں میں مبتلا تھے۔

تاریخ عالم بڑے بڑے فاتحین عالم کا ذکر کرتی ہے مگر سب میں قدر مشترک ہے کہ قوم کو متحد کیا اور دوسروں کو بزورِ بازو فتح کر لیا مگر یہاں عالم دوسرا تھا۔

نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے　　　　مزا تو جب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی

یہ نظیر تاریخ عالم، پیش نہیں کرسکتی کہ کسی ہستی پہ اس کے جانباز اس قدر عاشق ہوں کہ اس کے اشارۂ ابرو پر دن رات مار کھاتے ہوں۔ چمڑا ادھڑ رہا ہے، وجود داغا

جار ہا ہے، ریت پر لیٹے ہیں، رسیوں میں بندھے ہیں، کسی کے سینے پر گرم پتھر ہیں تو کسی کو گرم لوہے سے داغا جا رہا ہے۔ مگر کیا یہ سب مجنون ہیں کہ ان تکالیف کو برداشت کرتے ہیں اور پھر بھی لرزاں و ترساں ہیں کہ کہیں محبوب ناراض تو نہیں۔ بس زندگی اور موت میں ایک تمنا رکھتے ہیں۔ اور وہ ہے رضائے محبوب:

خدایا از تو خواہم مصطفیٰ را

یہی ایک مصیبت کیا کم تھی کہ اپنے گھروں میں زندگی محال تھی کہ حکم ہجرت نے ساری کسر پوری کر دی۔ حکم ہوا کہ یہاں سے نکل چلو کچھ حبشہ کو چلے اور بعد والوں کو مدینہ منورہ جانے کا ارشاد ہوا۔ کافر ہیں کہ جانے سے بھی مانع ہیں۔ اللہ اللہ! نہ رہنے دیتے ہیں نہ گھر چھوڑنے پہ راضی ہیں۔ گویا گھر بار، رشتہ دار، شہر اور وطن بھی چھوڑنا اور وہ بھی بڑے دل گردے سے۔ عجب لوگ ہیں کسی کے سینۂ پرنور سے نوک سناں پار ہوتی ہے تو تڑپتا ہوا لاشہ کہتا ہے۔ **فزت ورب الکعبة**

ان میں سے ابوبکرؓ کو روک دیا گیا۔ رک گئے گویا نہ ہجرت مقصود ہے نہ رہنا مقصد ہے نہ مال و دولت کی خواہش و محبت ہے نہ دنیوی وقار ضروری، دست حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح چل رہے ہیں مقصد صرف تعمیل ارشاد ہے اور بس۔

صدیقؓ کے لئے ہے خدا کا رسولؐ بس

آخر وہ وقت آ پہنچا جب کفار نے متفق و متحد ہو کر ہر قبیلہ کا ایک جوان چنا اور رات کو در اقدس کا محاصرہ کر لیا، اس وقت جبرئیل امینؑ نے ہجرت کا حکم سنایا۔

گویا خداوند عالم یہ فرما رہے ہیں اے بدبخت انسانو! تم اس سیل نور کو روکنے کی کیا سکت رکھتے ہو۔ تمہاری اندھی آنکھیں انہیں دیکھنے تک سے قاصر ہیں تو پھر اس

میں کیا راز ہے۔ کہ جب وہ بگاڑ کچھ نہیں سکتے تو یہاں سے ہجرت کا مقصد! سمجھ میں
کچھ یوں آتا ہے کہ جب اہل مکہ نے قدر شناسی نہ کی تو اللہ کی غیرت نے ہمیشہ کے
لئے انہیں جوار رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم کر دیا۔ اب مکہ کی آنکھیں بھی
سبز گنبد کو ترس گئی ہیں اور صرف یہی ایک بات نہ تھی۔ معلم کائنات کو ساری کائنات
سے چھپا کر صرف ایک ہستی کی تکمیل پر لگایا جا رہا تھا۔ دولت کدہ سے حضورؐ نکلے تو
کعبتہ اللہ تشریف لائے۔ ان چند پتھروں کو الوداع کہا۔ مگر کیا کعبہ صرف ان پتھروں
اور گارے کا نام ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ یہ پتھر تو مقام کعبہ کی نشان دہی کر رہے ہیں
وگرنہ کعبہ کچھ اور ہے اگر یہ بات نہ ہوتی تو ان پتھروں کو یہاں سے اکھاڑ کر کہیں اور
مکان بنا دیا جاتا تو وہ کعبہ بن جاتا مگر یہ ہرگز ممکن نہیں یہ پتھر تو صرف دو وجہ سے محبوب
ہیں کہ کعبتہ اللہ کے چوکیدار ہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے والے اور
بس اور دنیا میں صرف یہی دو عظمتیں بے مثال ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کعبتہ اللہ کو الوداع کہہ کر ''بسوئے سرائے ابوبکرؓ''
تشریف لے گئے جن کی زیارت کو ملائک ترستے ہیں ان کا معمول تھا کہ دن میں دوبار
تشریف نہ لاتے تو ایک مرتبہ ضرور جلوہ فروز سرائے ابوبکرؓ ہوتے تھے مگر آدھی رات کو
تشریف لانے کا معمول نہ تھا۔ آج کوئی انوکھی وجہ اور نرالی بات ہوگی ہاں وہ دیکھو۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس آرہے ہیں مگر کوئی ساتھ ہے ستو کی تھلیاں اور تمام زرنقد
اٹھائے عام راستوں سے ہٹ کر مکہ مکرمہ سے دور ہوتے جا رہے ہیں سنگلاخ چٹانوں
نے اس بے تابی سے مبارک تلوؤں کو چوما کہ خون جاری ہوگیا۔ یہیں علامہ باذل
ایرانی شیعہ کہتا ہے۔

(الفضل ماشهدت به الاعداو)

چوں رفتند چندیں بداماں دشت قدوم فلک سایہ مجروح گشت

ابوبکرؓ آنگہ بدوشش گرفت وے ایں حدیث است جائے شگفت

کہ درکس چناں قوت آمد پدید کہ بارِ نبوت تواند کشید

رات کی تاریکی دشمنوں کے تعاقب کا خطرہ، حفاظت محبوب کی ذمہ داری اور عشق کی آشفقہ سری نے مل کر سماں پیدا کر دیا کہ بار نبوت کو اٹھا کر نہ صرف کئی میل چلے بلکہ اس جبل ثور کی چوٹی پر تشریف لے گئے۔ جہاں مجھ سے جوان آدمی کو اپنا وجود پہنچانا جوئے شیر لانے سے کم دکھائی نہ دیتا تھا۔ (واللہ، باللہ) ابھی تک گھٹنوں میں درد محسوس ہو رہا ہے حالانکہ بڑے آرام سے راستہ بھر پڑاؤ کرتے ہوئے چڑھے اور پھر اس راستہ پر جہاں سے چودہ صدیاں لوگوں کو اترنے چڑھتے بیت گئیں مگر سیدنا ابوبکرؓ جہاں سے چڑھے وہاں نہ صرف یہی رستہ نہیں بلکہ بالکل عمودی ڈھلان ہے آؤ اور دیکھو انہی چند پتھروں کو غارثور کہتے ہیں یہی وہ مکتب ہے جہاں سے ابوبکرؓ صدیق بن کر نکلے یہی وہ مدرسہ ہے جہاں سے صدیق اکبرؓ نے علومِ نبوت اخذ کئے۔ اللہ! تیرے احسان کا کیا کہنا، تین دن رات ساری خدائی سے علیحدہ کر کے تمام کا تمام جلوہ صرف صدیق اکبرؓ کے لئے وقف کر دیا اللہ اللہ! احباب صاحب نظر تھے فرمانے لگے یہ پتھر یہ ذرات ابھی تک منور ہیں اور وہ جگہ جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما رہے سورج کی طرح ہے یہ صرف چند لمحوں کی برکات ہیں جسے ابدالاباد تک جوار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میسر ہے اس کی عظمت کے کیا کہنے۔ بایں ہمہ آج ہم سے پوچھا جاتا ہے کہ بتاؤ اور ثابت کرو کہ صدیقؓ مسلمان تھے! اللہ اللہ!

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

آ اے چشم تصور دیکھ دشمنوں کا ڈر، راستہ بھر کی تکلیف، تھکن اور شب کی تاریکی مگر عشق صدیق کو دیکھ اور سن کیا عرض کر رہا ہے حبیبی، آپ یہاں ٹھہریں میں اندر سے غار کو صاف کرلوں پہلے اندر داخل ہو گئے مگر یہ کیا کپڑے کیوں پھاڑ رہے ہیں ذرا دیکھو تو ارے وہ تو قبا کو پھاڑ کر ان سوراخوں کو بند کر رہے ہیں جو غار میں ہے کہ مبادا کوئی موذی جانور اذیت حبیب کا سبب نہ بن جائے۔ اللہ اللہ ساری، قبا ختم کر دی گئی مگر فرش میں ایک سوراخ رہ گیا، (ذرا علامہ بادل ایرانی شیعی سے سنیئے)

بداں رخنہ گوئیند کہ آں یارِ غار

کف پائے خود را نمود استوار

حضورؐ لیٹے تو سو گئے سر مبارک صدیقؓ کی گود میں ہے رخ انور تاب نظارہ نہیں دیتا۔

دلبر ہے بر میں الحمد للہ

سب کچھ ہے گھر میں الحمد للہ

مگر کیا کہا اے عشق تیرے جان جاتی ہے تو جائے محبوب کی نیند میں خلل نہ آئے، اور وہ دیکھو نبی اکرم صلی اللہ لیہ وسلم پاؤں کی اس جگہ پر لعاب مبارک لگا رہے ہیں یہ ہے مقام صدیقؓ اور اس کی گواہ ہے غار ثور، اللہ کریم چشم بینا عطا فرمائے تو یہ سب واقعات نظروں کے سامنے گھوم جاتے ہیں۔

آن امن الناس بر مولائے ما آں کلیم وادی سنیائے ما

دولت او کشتِ ملت را چوں ابر ثانی اثنین و غار و بدر و قبر

صبح کی اذان کی صدائے دلنواز حرم کی حاضری کا مشورہ سنارہی ہے اس لئے رخصت۔

۷۷۔۳۔۱۶، پونے بارہ بجے (پونے دو پاکستانی ٹائم)

بعد از نماز فجر حضرت جی کے ہمراہ تنعیم گئے مسجد سیدہ عائشہ الصدیقہؓ میں دوگانہ ادا کیا واپس بیت اللہ شریف پہنچے، احباب سے سنا کہ باری باری اکثر احباب بیت اللہ شریف کے اندر سے ہو آئے ہیں آج تک اندر کی کیفیات انہی احباب کرام سے سنا کیا۔ آج جب ہم واپس آئے تو پھر دروازہ کھلا تھا اندر مرمت ہو رہی ہے معمار لگے ہیں۔ انجینئر موجود مزدور حاضر اور ساتھ حکومت سعودی عرب کے سخت مزاج سپاہی کھڑے ہیں کہ کوئی اندر جانے نہ پائے۔ مگر لوگ ہیں کہ اس طرح ٹوٹ کر گرتے ہیں کہ ان سے روکے نہیں رکتے مار کھاتے دھکے برداشت کرتے اور سپاہیوں کی سخت کلامی برداشت کرتے ہوئے اندر چلے ہی جاتے ہیں مگر سب نہیں وہ جو کچھ ہمت رکھتے ہیں یہ حالات دیکھ کر جی میں آتا ہے کہ جھگڑا کر کے صرف اندر تو جایا جاسکتا ہے مگر ادب کعبہ کہاں اور احترام بیت اللہ کدھر دراصل عبادت کی جگہ رسومات نے لے لی ہے اور یہی اس امت کی سب سے بڑی بے نصیبی ہے لیکن بحمد اللہ اس سب ہنگامہ ہاؤ ہو میں جس قدر احباب اندر جانے کی سعادت سے سرفراز ہوئے انہیں جھگڑا کرنے کی نوبت نہیں آئی شاید یہ اس حکم کا اثر ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضری کے لئے صادر فرمایا۔ دنیا عالم اسباب ہے اور سنت اللہ یہی ہے کرتا تو خود ہے مگر چشم ظاہر بین کے لئے سبب کو آڑ بنا دیتا ہے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا فرمایا تو یہ اظہار قدرت تھا مگر ترک سبب نہ فرمایا جبرئیل علیہ السلام کی پھونک کو

سبب بنادیا سیدنا یوسف علیہ السلام کو مصر بھیجا مگر قافلہ والوں کو سبب ظاہری بنادیا۔ غرض ہر کام کی تکمیل کے لئے اس عالم اسباب میں کبھی سبب کو ترک نہ فرمایا۔ **سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم**

کچھ احباب اکرام تو پہلے حاضر ہوئے، آج یہاں قیام کا آخری دن تھا تو مجھ روسیا کی باری بھی آ گئی دروازہ کھلا تھا سپاہی اندر نہیں جانے دے رہے تھے اور میں کھڑا حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا جو اندر جاتا تھا لڑتا بھڑتا، دھکے دیتا، اور دھکے کھاتا مگر یہ ادب کے خلاف تھا اچانک مسبب الاسباب نے سبب اندر سبب پیدا فرمایا،۔ ایک بہت بڑا لوہے کا جنگلا اٹھائے ہوئے مزدور آئے تو میں بھی دیوانہ واران میں شامل ہو گیا دراقدس سے اونچا کر کے اندر والوں کو پکڑایا کیونکہ بیت اللہ شریف کا دروازہ زمین سے تقریباً آٹھ فٹ کے قریب اونچا ہوگا اب حال یہ ہے کہ جنگلا دروازے کے اندر سے لوگوں نے پکڑ رکھا ہے اور میں باہر ایک لکڑی کے جنگلے پر کھڑا حسرت سے دیکھ رہا ہوں کہ نیچے سے سپاہی کہتے ہیں کہ بس اب اتر آؤ واپس آ جاؤ۔ اسی کشمکش میں تھا کہ جنگلا دروازے کے پردہ میں اٹک گیا اور کسی کے چھڑانے سے نہ چھوٹا گویا بزبان حال کہہ رہا ہے کہ اس روسیا کے بغیر اندر نہ جاؤں گا میں فوراً لپکا جنگلا اس قدر اونچا الجھا ہوا تھا کہ کوئی بھی وہاں تک دسترس نہ رکھتا تھا الحمد اللہ درازئ قامت بھی کام دے ہی گئی اور میں پنجوں کے بل کھڑا ہو کے اسے چھڑانے لگا وہ تو گویا اس بات کا منتظر تھا جنگلا بھی آسانی سے اندر پہنچ گیا اور یہ روسیاہ بھی۔ اس دوران بیگ صاحب بھی اندر چلے گئے اندرون کو بچشم حسرت دیکھا کئی مناظر نگاہوں میں گھوم گئے کوئی وقت تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چابی مانگی تو نہ دی گئی اور پھر وہ منظر

آنکھوں کے سامنے آیا کہ حضورؐ اس دروازے میں کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں۔ **لاتثریب علیکم الیوم**۔ اندرون بیت بھی باہر کی مانند سنگ مرمر کی طرح کے سفید پتھر سے مزین ہے اور تمام دیواریں بھی۔ کاش! سب کچھ بدل دیتے مگر اندر کو چھوڑ دیتے کہ ان ذرات کی زیارت ہو جاتی جنہوں نے قدوم اقدس کو بوسے دیئے تھے، مگر شاید تمام آثار اس دور کے مادہ پرست انسان سے پردہ کرتے جا رہے ہیں اندر تین ستون ہیں درمیانی ستون کے ساتھ دوگانہ ادا کیا پھر ہر چار طرف کے ستون میں دوگانے ادا کئے اور درمیانی ستون سے لپٹ گیا حضرت فرماتے تھے اس میں عجیب اثرت ہیں شاید کبھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لپٹا ہو۔ دیکھا تو تقریباً چار فٹ تک ستون بھی لکڑی کے تختوں میں لپٹا ہوا ہے۔ پنجوں کے بل کھڑا ہو کر قلب کو ستون سے لگایا شاید اللہ کریم اسی سبب دل کی سیاہی دور فرما دے۔ مسبب الاسباب نے ایک اور سبب پیدا فرمایا۔ شاید باہر سے لوگوں کا رش ہوا سپاہیوں نے دروازہ بند کر دیا اور مجھ نالائق کو مراقبہ کا وقت میسر آ گیا۔

درمیانی ستون کے ساتھ ایک طرف منہ کر کے مراقب ہوا۔ اب کیا عرض کروں مندرجہ ذیل خاکہ ذہن میں رکھیں شاید کچھ سمجھا سکوں۔
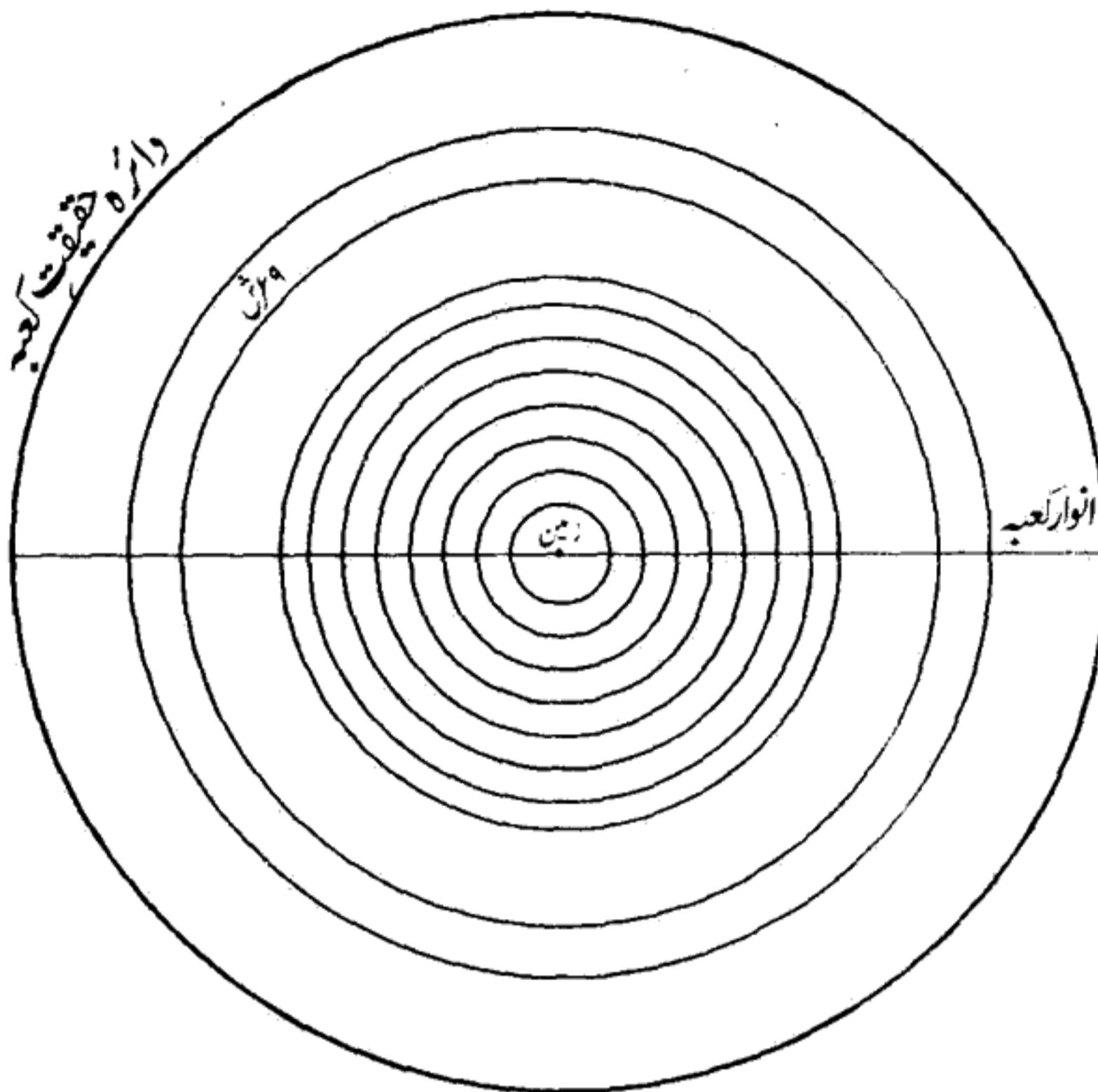
زمین اس کے گرد سات آسمان پھر مقام احدیت سے پہلے عرش کی ابتداء کو زمین سے پچاس ہزار سال کی مسافت ہے اور پہلے عرش کے اندر تقریباً سوالاکھ کے قریب منازل ہیں، اک منزل پر کھڑا ہو کر دیکھا جائے تو اوپر والی منزل ایسے دکھائی دیتی ہے جیسے آسمانی ستارہ زمین سے اب آپ عرش کی موٹائی کا اندازہ فرمائیں اور پھر دوسرا عرش پہلے سے زیادہ عریض ہے اور ہر دو کے درمیان خلاء ہے علیٰ ھذا انو عرش میں آخری عرش سے اوپر دائرے شروع ہوتے ہیں جن میں سے ہر ایک اپنے سے نیچے والی کائنات کو محیط ہے۔ ان دائروں کو اگر کوئی اللہ کے کرم سے عبور کرتا ہوا جائے تو اٹھارواں دائرہ حقیقت کعبہ سے جاملتا ہے۔ اور اس میں خاصیت یہ ہے ں کے اندر بجز ذات باری کچھ یاد نہیں رہتا اور نہ کوئی چیز نظر آتی ہے باہر ہزار قباحتیں ہوں مگر جیسے انسان حقیقت کعبہ کے انوار میں لپٹا تو ساری کی ساری کائنات معدوم ہوگئی اگر

آپ چشم بینا رکھتے ہیں تو حطیم میں کھڑے ہو کر ملاحظہ کر لیں کہ بیت العتیق کا ہی حصہ ہے آج یہ بات سمجھ میں آئی کہ کیوں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں بتوں کی موجودگی کے باوجود اپنے اکثر اوقات حطیم میں بسر فرماتے اور کیوں ہمیشہ بیت کی قربت اور داخلہ کے متمنی رہتے تھے۔

یہ سمجھ تو مجھ روسیاہ کو آئی۔ آپؐ کی شان تو بہت بلند اور آپؐ کے علوم بہت وسیع ہیں حقیقت کعبہ سے آگے کی کیفیت اور ہے خوب سیر ہو کر باہر نکلا تو حضرت جی مدظلہ العالی باہر کھڑے تھے۔

جزاک اللہ کہ چشم باز کردی مرا با جان جاں ہمراز کردی

بیت اللہ کے اندر بھی ہر بن مو سے حضرت کے لئے دعا نکلتی رہی یہی وہ ہستی ہے جو مجھ بدکار کو گناہوں کی پستی سے اٹھا کر یہاں لے آئی۔

یہی کیفیات عرض کیں تو فرمایا:

حقیقت کعبہ تک تمام مخلوق ہے اور مظہر صفات ہے لیکن دائرہ حقیقت قرآن عین ہے اور غیر مخلوق اس لئے اوپر کا عالم دوسرا ہے اور نیچے کا دوسرا۔ اگرچہ بالائے عرض جملہ وہ دائر محض عرفاً متعارف ہیں ورنہ حقیقت تو بے چوں و چگوں ہے۔

یہ اس امر درویش کا صدقہ کہ میں نے حقیقت کعبہ کی کیفیات بیان کرنے کی جسارت کی ورنہ وہ بلند منزل ہے جس کی صرف تمنا میں ہزار ہا لوگ رخصت ہو گئے اور خیر القرون کے بعد بہت ہی کم خوش نصیب ایسے ہوں گے جنہیں یہاں کے جمال جہاں آراء کی زیارت نصیب ہوئی۔ حیرت ہوتی ہے ان لوگوں پر جو نہ صرف فنا بقا پر یا اس سے بھی نیچے ہی سلوک تمام کر دیتے ہیں، حالانکہ یہ ابجد ہے اور یہ بھی بجا کہ کوئی

علم بغیر اپنی ابجد کے نہیں آتا، اس لئے حصول سلوک کے لئے فانی فی اللہ اور باقی باللہ ہونا ضروری ہے ہاں اس کی بھی ایک حقیقت ہے اور حقیقت فنا بقا بے شک انتہائے سلوک ہے۔ دائرہ حقیقت کعبہ کے اوپر دائرہ قرآن، قیومیت، افرادیت، قطب وحدت اور چھٹا دائرہ مقام صدیقیت ہے جو ولایت کی انتہا ہے اور جس کے اوپر کوئی منصب امتی کا نہیں۔ آگے نبوت کے منازل و مدارج ہیں جن میں وہ لوگ جا سکتے ہیں جنہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ لے جائیں جس طرح شاہی محل میں بادشاہ کے ساتھ خادم یا چوبدار جا سکتا ہے۔ یہ متعدد دائرے ہیں جن سے آگے الوہیت کے پردے شروع ہوتے ہیں اور پھر وہ ختم ہو جاتے ہیں، مگر صرف ان کے لئے جنہیں وہ خود لے جاتا ہے۔ یہ تو نہ جانے کس ذوق کے تحت لکھ دیئے ہیں ورنہ یہاں کی خبر کہاں ملتی ہے۔

منصب صدیقت تمام اولاد آدم علیہ السلام میں انبیاء اکرام کے بعد ابوبکر صدیقؓ کا ہے باقی لوگوں کے لئے بوساطت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ...... دنیا میں سلسلہ اویسیہ واحد سلسلہ ہے جو اخذ فیض براہِ راست صدیق اکبرؓ سے کرتا ہے اس لئے اس میں بے حد ترقی ہے اور فوری اثر ہے۔ و اللہ اعلم و علمہٗ اعظم و أتم

۱۷۔۳۔۷۷، جمعرات بعد نماز فجر

سحری کے وقت طواف وداع کیا آج مدینہ منورہ کی تیاری ہے احباب سامان باندھ رہے ہیں کل سے طبیعت میں اضطراب تھا فراق کعبہ کا رنج غالب تھا اب فرحت ہے شاید بقائے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی ہے اللہ کریم جملہ احباب کو ادب حضوری سے سرفراز فرمائے۔

ادب گاہیست زیرآسمان ازعرش نازک تر

نفس گم کردہ می آید جنیدؒ وبایزیدؒ اینجا

حضرت جی کا ارادہ مبارک راستہ میں میدان بدر میں تھوڑی دیر رکنے کا تھا۔ اب مدینہ منورہ پہنچ کر ہی کچھ لکھ سکوں گا۔اب تو طبیعت صرف اس طرف ہی مائل ہے اوروہ ہے لذت وصال، **اللهم ارزقنا زيارة الحرمين الشرفين فی کل عام مرةاو امرتين انک علی کل شئی قدير وصلی الله علی حبيبه محمدٍ وَآله وصحبه اجمعين . آمين**

۷۷۔۳۔۱۸، جمعۃ المبارک: مدینہ منورہ

کل مکہ مکرمہ سے روانہ ہوکر عصر کے وقت مدینہ منورہ پہنچے تین کاریں تھیں اور ایک کار زاہد صاحب کی تھی حضرت جی مدظلہ العالی مولانا محمد سلیمان صاحب حضرت حافظ صاحب اور ناچیز ایک کار میں تھے ڈرائیور زاہد صاحب ہی تھے، حرمین شریفین کے درمیان ''مستورہ'' ایک جگہ ہے وہاں سے گزرے تو کار میں کچھ گڑبڑ ہوئی نئ کار تھی کچھ تو چلی پھر رک گئی۔ کچھ درستی وغیرہ کی بدر پہنچے۔شہر بدر اڈا بنا ہوا ہے اور میدان بدر کچھ فاصلے پر ہے۔کھانا کھایا، نمازِ ظہر ادا کی۔ ڈرائیور حضرات نے جانے کا خیال چھوڑ دیا، ہم بھی مجبوراً روانہ ہوگئے اب سوچ رہے ہیں کہ واپسی پر خدا کرے زیارت نصیب ہوجائے۔ان ذرات کی زیارت سے آنکھیں ٹھنڈی ہوں جن پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معرکۂ حق و باطل بپا کیا تھا جہاں سارے کا سارا اسلام کفر کے مقابلہ پر تھا جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

''اے اللہ اگر یہ لوگ آج قتل ہوگئے تو روئے زمین پر کبھی کوئی انسان تیرا نام

لینے والانہیں ہوگا''

ہاں ہاں ۔ وہی جگہ جہاں لڑنے کے لئے فرشتے اترے تھے جہاں ابلیس کفار کے لشکر کو چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا تھا بالکل وہی جگہ جہاں کفر کا غرور ٹوٹا تھا جہاں ابوجہل اپنے چیدہ رفقاء سمیت داخل نار ہوا تھا یہ جگہ مدینہ منورہ سے تقریباً ایک سو پچاس کلو میٹر ہے صحرا اور پہاڑوں کا سنگم، مکہ مکرمہ کی طرف آتے ہوئے جہاں سیاہ رنگ کے دیوہیکل بے آب وگیاہ پہاڑ ختم ہوتے ہیں وہاں ایک طرف چھوٹا سا صحرا آتا ہے جس کے پار دور پہاڑیوں کی ہلکی سی جھلک دکھائی دیتی ہے اور دوسری طرف سمندر ہی وہ راستے ہے جسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حرمین کے درمیان کئی بار اختیار فرمایا تھا۔ یہ کنارِ سمندر راس کا چشم دید گواہ ہے کہ مدینہ کے مسافر نے حضرت سراقہ کو کسریٰ کے کنگن عطا فرمائے تھے بے اختیار ایسے کہ اپنے آبائی شہر اور گھر میں رہنے سے مجبور اور بااختیار دوران سفر دنیا کی عظیم ترین حکومت کے فرماں روا کے ہاتھ کے کنگن بطور انعام تقسیم فرما رہے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم ...... خالق کا محکوم اور مخلوق کا حاکم یہ ہے حقیقت فنا و بقا جو انبیاءؑ کو ان کے علو مرتبت کے مطابق عطا ہوتی ہے اور ان کے متبعین کو اس کا کوئی ذرہ ان کی حیثیت کے مطابق بوساطت نبیؐ نصیب ہوتا ہے۔ **اللھم ارزقناه بحرمة النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔**

حقیقت فنا ہے اپنی پسند اور اختیار کا کلی طور پر فنا ہو جانا اور حقیقت بقا ہے اشارہ ابرو سے زمانے کی حرکت کو پلٹ دینا۔ واللہ اعلم۔

مدینہ منورہ میں بعد نماز مغرب دراقدس پر حاضر ہوئے کچھ نہیں لکھ سکتا ساتھیوں کے پیچھے منہ چھپائے کھڑا رہا۔ صلوٰۃ والسلام بحضور سرور کونین صلی اللہ علیہ

وسلم کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں سلام عرض کیا گیا۔ فارغ ہوکر احباب ایک طرف بیٹھ گئے میں ایک ستون کے ساتھ پشت لگا کر بیٹھ گیا۔ مناظر کے تسلسل کی ایک صورت تھی جو آنکھوں کے سامنے گھوم گئی یہی وہ مقدس مقام ہے جہاں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی بیٹھی تھی۔ ذرا یہاں میرے پاس بیٹھیں ظاہر کی آنکھوں کو بند کریں اور دل کی آنکھوں سے دیکھیں کہ کس طرح انصار بڑھ چڑھ کر دعوت دے رہے ہیں مگر ناقہ مامور ہے جہاں اللہ کا حکم ہوگا رکے گی۔ اور پھر یہاں مسجد کی بنیا د رکھی گئی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے ساتھ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمیر میں حصہ لیا یہی وہ مسجد ہے جس کی چھت بارش میں ٹپکی تھی تو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے کیچڑ میں سجدہ فرمایا تھا اسی کے ساتھ امہات المومنین رضوان اللہ کے حجرات تھے۔ یہی وہ مسکن مبارک ہے جہاں دو دو ماہ گزر جاتے تھے آگ جلانے کی نوبت نہ آتی تھی انہی مبارک حجروں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام تھا دنیا کی کسی چیز پر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت نہ تھی سوائے استعمال کی اشیاء کے اور وہ بھی صرف اس حد تک کہ دارِ فانی سے دارِ بقا کو چلے تو سب صدقہ۔

واقعی دنیا اس قابل کب تھی کہ آپ اسے پسند فرماتے یہ تو فرعون کی خادمہ اور قارون کی لونڈی تھی اس کے حسن دلفریب سے انہیں غرق کیا تباہ کیا، یہ بھی قابو تو حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آئی تھی مگر آقائے نامدار نے اسے مبارک قدموں کے قریب تک نہیں پھٹکنے دیا کہ زمانہ تھا اسی مسجد کے امام، امام الانبیاءؑ تھے اور مقتدی صحابہ کرام رضوان اللہ، اگرچہ مکان کچے اور مسجد کی چھت بھی کچی تھی مگر نمازی ''پکے''

وہ جنہیں دیکھنا فرشتے بھی سعادت سمجھتے تھے۔اب معاملہ برعکس نظر آتا ہے۔شہر پختہ اور مسجد بہت خوبصورت و شاندار مگر نماز مجھ ایسے ناکارۂ خلائق (رہی سہی کسر روافض نے پوری کردی)

سامنے جبل احد ہے یہ پہاڑ اپنی اصلی حالت میں کھڑا سبز گنبد کو ٹکٹکی لگائے دیکھ رہا ہے اسی کے دامن میں دندان مبارک شہید ہوئے تھے وہ غار موجود ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آرام فرمایا تھا وہ میدان حاضر ہے جس نے بچشم خود معرکہ و باطل کا مشاہدہ کیا تھا۔دامن کوہ میں سید الشہد اء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار ہے۔ساتھ عمر بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ آرام فرما ہیں۔ایک ٹانگ سے لنگڑے تھے مگر عشق کی خودسری ملاحظہ ہو،کہاں لے گیا،دیگر جاں نثاران شمع رسالت یہیں آرام فرما ہیں جن میں ایسے لوگ بھی ہیں جنہیں شہادت کے بعد فرشتوں نے غسل دیا۔مجھے تو ان کے مقدر پر رشک آتا ہے۔وہ لوگ کیا تھے جو محبوب کبریا سے ملے۔حضرت مولانا سلیمان صاحب نے (خدا ان کے درجات بلند کرے اور ان کی عمر دراز فرمائے) فرمایا کہ احد سے ایک نور اٹھتا ہے جبل سلع پر آتا ہے پھر جنت البقیع میں داخل ہوتا ہے واپس احد والی جگہ سے مل جاتا ہے ایک مثلث سی بن رہی ہے۔ تحقیق سے پتہ چلا کہ حضور قاسم نور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خادم احد میں زخمی ہوا جبل سلع پر لا کر رکھا گیا،بقیع میں دفن ہے اس طرح ہر سہ جگہ منور بھی ہیں اور آپس میں ملی ہوئی بھی اب آگے اسی ایک بات سے اندازہ کرلیں کہ جہاں سب شہداء سید الشہد اء کے پہلو میں دفن ہیں وہاں کیا عالم ہوگا۔

ایک طرف بئیر عثمان رضی اللہ عنہ اس دور کی یاد تازہ کر رہا ہے جب مدینہ طیبہ

میں پانی کم یاب تھا صرف یہی ایک کنواں تھا جو یہودیوں کے قبضہ میں تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بھی یہ کنواں مسلمانوں کے لئے خریدے گا۔ جنت میں وراثت پائے گا۔ تو حضرت عثمانؓ نے فوراً خرید کر پیش کر دیا۔ اسی بئیر عثمان اور شہر کی طرف مسجد قبلتین ہے جہاں رخ انور ؐ نماز میں بیت المقدس سے بیت اللہ شریف کی طرف کرنے کا حکم ہوا تھا اور ذرا آگے جبل سلع کے پاس وہ جگہ ہے جہاں حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کھدوائی تھی۔ دیکھ اے چشم تصور، ایک طرف تمام عرب کے مشرک قبائلی خیمہ زن ہیں حد نگاہ تک انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے اسلحہ، اونٹ، گھوڑے اور خیمے اور راشن کے انبار اور دوسری طرف چند سو فاقہ مست خالی پیٹ، مگر دل عشق نبویؐ سے لبریز، خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شکم مبارک پر پتھر باندھ رکھا ہے۔ پشت پر یہود بدعہدی پر تیار خود خداوند عالم فرماتا ہے وزلزلوا زلزالاً شدیداً تو پھر پوچھنے کی کیا بات ہے۔ لیکن اے چشم تصور ذرا دیکھ تو سہی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کو نہ زمین برداشت کرتی ہے نہ آسمان پناہ دیتا ہے۔

دوسری طرف مسجد قبا میں جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی جانے کی شہادت عرش بریں سے نازل ہوئی، جسے ہر ہفتہ کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جمال جہاں آرا سے روشن فرماتے تھے۔ اور پھر دیکھ! وہ منظر بھی دیکھ جسے تو دیکھنے کی تاب نہیں لا سکتی، خدا کی قسم میرے آج تک یہ بات سمجھ میں نہ آئی تھی کہ سیدنا عمر فاروقؓ جیسا جری درویش اور مدبر شخص کس طرح شمشیر بکف کھڑا ہو گیا کہ خبردار! جس نے کہا حضورؐ وفات پا چکے ہیں اس کا سر قلم کر دوں گا، مگر آج اس کی اہمیت کا اندازہ ہوا اور بات سمجھ

میں آئی کہ واقعی یہ وہ منظر ہے جسے تصور میں بھی نہیں دیکھا جا سکتا، جس ہستی کے لئے گھر بار عزت ناموس جان تک کی بازی لگا دی اور دامن کو نہ چھوڑا...... اللہ کریم! وہی لوگ کس حوصلے سے اس جسد اطہر کو قبر اطہر میں رکھنے کا حوصلہ کرتے ہیں ہاں مگر جو وصل کی تاب رکھتے ہیں انہیں میں فراق کا حوصلہ بھی ہوتا ہے۔ سیدنا صدیق اکبرؓ کے سنبھالا دینے سے سب سنبھل گئے۔ اور پھر دورِ صدیقؓ کی مقدس تصویر دیکھ۔

منکرین زکوٰۃ کا حشر، مسلیمہ کذاب کی چالیس ہزار فوج کا انجام

آج صرف اسمبلی میں مدعی نبوت کی تکفیر کا فیصلہ سنایا جاتا ہے تو لوگ اسے اپنے اسلامی کارناموں میں شمار کرتے نہیں تھکتے۔ مگر عہد صدیقی کے ابتدائی حالات کی سنگینی اور نزاکت تو دیکھئے اور پھر فیصلہ کیجئے کہ اسلام کیا ہے اور اس کی خدمت کسے کہتے ہیں۔ ایمان کیا ہے استقامت کا کیا مفہوم ہے وفا کیا ہے ایثار کیا ہے، صداقت کیا ہے اور جہاد کیا ہے۔

تذکرہ جب وفا کا ہوتا ہے
میں تمہاری مثال دیتا ہوں

یہ وہ ہستی ہے جس کی تدفین کے لئے روضہ اطہر کے نہ صرف پٹ وا ہوئے بلکہ ندا آئی اُدخلو الحبیب الی الحبیب۔

اور پھر فاروقی گرج سن، فارس و روم کی فتح کا نظارہ کر اور اس محافظ سلطنت کو دیکھ۔

کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاج سردار

یہی جگہ خلافت مرتضوی کی گواہ ہے اگرچہ بعد میں دارالخلافہ بدل گیا مگر

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بچپن اسی مقدس حجرہ میں بسر ہوا جو آج جالی کی لپیٹ میں ہے اور پھر مسلم بن عقبہ جسے تاریخ مسرف کے نام سے یاد کرتی ہے کی تباہ کاریاں دیکھ، صاحب وفاء الوفاء فرماتے ہیں، ہزاروں عصمتیں برباد گھر تباہ اور جانیں تلف ہوئیں گزشتہ چودہ صدیوں میں صرف وہی تین دن ایسے تھے جن میں یہ مسجد ظاہری طور پر اذان سے محروم رہی۔ حضرت سعید بن مسیّب حجرہ مبارک سے اذان واقامت کی آواز سن کر نماز گزارتے رہے اس ظالم کی قبر بدر شہر سے تھوڑی دور دامن کوہ میں ہے مگر چشم ظاہر سے پوشیدہ اور حالت خدا ہی بہتر جانتا ہے، بیان میں نہیں آسکتی۔

اسی مقدس مسجد کے مشرق میں جنت البقیع ہے جہاں بے شمار جانیں نثارانِ شمع رسالت کا قیام ہے (حسنت مستقراً ومقاماً) مگر حد ہے دور حاضرہ کے انسان کی جرأت کی جہاں راتوں کو اٹھ اٹھ کر اللہ کا رسولؐ دعا کے لئے تشریف لے جاتا تھا وہ مزارات آج کل ٹریکٹروں کی زد میں ہیں۔ ہر چیز پر دولت کی چھاپ لگ رہی ہے اور مغرب کا رنگ چڑھ رہا ہے کاش یہ احساس بھی مغرب ہی سے درآمد کر لیتے کہ آثار قوم کی امانت ہوتے ہیں اور تاریخ کے گواہ اور یہ تو اس صداقت کے امین ہیں جو زبان حال سے پکارتی ہے۔

تلک اٰثار ناتدل علینا فانظروا بعدنا إلی الأثار

مگر نہیں! میرے خیال میں تو اللہ کریم اس دور کے انسان کی نظروں سے یہ چیزیں پوشیدہ ہی کرنا چاہتا ہے اب یہ صرف انہیں کو نصیب ہوں گی جن کی چشم باطن وا ہوگی (وبیدہ التوفیق)

پچھلی بار ہم یہاں حاضر ہوئے تھے مغرب کی طرف والے محلے کے درمیان حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کا مزار تھا پرانے زمانے کے شکستہ حال عمارت تھی اور کئی کمرے اور ڈیوڑھیاں جو صرف باہر سے نظر آتی تھیں دروازہ مقفل تھا اب کی بار پورا محلّہ صاف ہے اسی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبر تھی لیکن سب کچھ نابود ہوتا جارہا ہے۔ یہ درست ہے کہ سڑکیں ہوں کھلی جگہ ہو مگر مقتدرین کی قبروں کو ڈھا کر مکان بنانا زیب نہیں دیتا، انہیں علیحدہ جنگلہ بھی تو لگایا جاسکتا ہے یہی حال جنت البقیع کا ہے چند سیاہ پتھر ذوالنورینؓ کی مقدس اقامت گاہ کا پتہ دیتے ہیں اور اس سے بھی گیا گزرا حال امہات المومنینؓ کے مزارات کا ہے یہی حشر سیدہ فاطمۃ الزہراؓ اور دیگر بنات رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے مزارات کا ہے اب اکثر جنت البقیع کو مقفل رکھتے ہیں پہلے فاتحہ کے لئے حاضری کی اجازت تو عام تھی۔

جبل احد

احباب نے میدان احد اور جبل احد دیکھنے کی خواہش ظاہر کی، حضرت استاذ نا المکرّم مدظلہٗ کی معیت میں جملہ احباب احد پہنچے جناب محمد بشیر صاحب نے حضرت مدظلہ العالی کے لئے کار کا بندوبست کر دیا تھا جس میں حضرت کے ساتھ جناب حافظ عبدالرزاق صاحب اور مولانا محمد سلیمان صاحب سوار ہوئے اور راقم الحروف بھی طفیلی بن گیا۔

پہلے مسجد فتح آتی ہے جہاں بعد فتح سالارِ اسلام نے نماز شکرانہ ادا فرمائی اور عازم شہر ہوئے تھے ذرا آگے مزارات شہداء میں جن کے گرداگرد فصیل ہے اور اندر چند سیاہ پتھر شہسواران اسلام اور شہدائے احد کے مقامات کی نشاندہی کی کوشش ناکام میں مصروف، نہ قبرستان کا نشان ہے نہ کوئی کتبہ، سنا ہے کہ یہ سب کچھ بزعم احباب احیائے سنت کی آڑ میں ہو رہا ہے واقعی یہ لوگ بھی ضعیف العقیدہ ہیں لیکن اس کا علاج مسلمانوں کو اسلام کے عقائد سے آگاہ کرنا اور تعلیم دین کو عام کرنا ہے نہ کہ بزرگوں کی قبروں کو اکھیڑ دینا یہ علاج تو کچھ ایسا ہی ہے کہ سر میں درد ہو تو سر ہی کاٹ دیا جائے۔ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ اسے کون عقل مند علاج کہے گا۔

یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں شہدائے احد کو پہلی جگہ سے نکال کر دفن کیا گیا تھا کیونکہ وہاں سے شہر کے لئے پانی کا گزارنا مقصود تھا یہ واقعہ غزوہ احد کے تقریبا چھالیس سال بعد ہوا تھا کیا اتنے عرصہ بعد قبروں میں کوئی شے تھی جو منتقل کی گئی۔ کیا گوشت اور ہڈیاں خاک نہ ہوگئی ہوں گی اس کو جواب صرف ایک اور ایک ہی روایت دیتی ہے کہ کھدائی کے دوران سید الشہدا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مبارک پاؤں پر کدال کی خراش آ گئی تو خون جاری ہو گیا تھا۔

لاتقولو المن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل ھم احیاء

جبل احد کے دامن میں مدینہ طیبہ کی جانب مسلمانوں کا کیمپ تھا اور اس کے بالمقابل دوسرے پہاڑ کے کونے کے ساتھ مشرکین کا کیمپ۔ اس طرح کہ لڑتے ہوئے تو یہ پہاڑ پشت پناہ بن سکیں لیکن بھاگتے وقت (Retreat) رکاوٹ نہ بنیں۔ مسلمانوں کے کیمپ کے ذرا پیچھے وہ درّہ ہے جو احد کو دوسرے پہاڑ سے جدا کرتا تھا۔ اسی جگہ سالارِ اعظم نے تیر اندازوں کا دستہ متعین فرمایا تھا جن کی خطائے اجتہادی سے مسلمانوں کو سخت ابتلا سے گزرنا پڑا۔ دونوں کیمپوں کا محل وقوع سے ہی ہر دو لشکروں کے نظریات کا فرق نمایاں ہوتا ہے۔ ایک کیمپ اس نیت سے اور اس اندازے سے لگایا گیا کہ بہ آسانی بھاگ سکیں اور دوسرے انتظام اس طرح کر رہے ہیں کچھ بھی ہو جائے کیمپ نہ اکھڑنے پائے۔ پہاڑ کے سامنے کا حصہ ایک چٹان سی بن کر سٹیج کا کام دے رہا ہے۔

اسی حصہ پر آقائے نامدار فداہ ابی وامی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر فوج

کولڑایا۔ عین سامنے میدان کارزار تھا جس کا اکثر حصہ اب آبادی میں آچکا ہے اور باقی بھی ''محافظان سنت'' کی زد میں ہے اور سب پرنشان لگے ہوئے ہیں۔ تھوڑے ہی عرصہ میں (امید ہے) یہ سارا ہی چشم ظاہر سے چھین لیا جائے گا ایک طرف صحابہؓ کی گرج للکار سنائی دیتی ہے تو دوسری طرف نازک اقدام خوبصورت عورتیں یہ شعر پڑھتی دکھائی دیتی ہیں۔

نحن نبات الطارق　　　نمشی علی النمارق

ان تقبلو انعانق　　　وان تدبروا نفارق

یہ کافر بھی لڑائی کے ڈھنگ سے آگاہ تھے میدان کارزار میں جب قبیلہ کی حسینائیں ایسے رجزیہ اشعار پڑھ کر حوصلہ بڑھارہی ہوں تو کون کافر پیچھے ہٹے گا۔ ان کے یہی کمالات ان کی آزادی کا سبب تھے۔ قیصر وکسریٰ کی عظیم سلطنتوں کے سامنے بیٹھے ہمارے قبائلیوں کے طرح آزادی کے مزے لوٹتے تھے۔

حضور ختمی مرتبتؐ کے جان نثار صرف جان قربان کرنے کی تمنا لے کر آتے تھے اور جس کے جلو میں لڑنا خوشنودگی عبادت تھی جس کے مزار اقدس کی زیارت کے لئے روزانہ ستر ہزار فرشتہ آتا ہے اور پھر قیامت تک ان کی باری نہیں آئے گی۔

یارب صلی وسلم دائماً ابداً　　　علی حبیبک خیر الخلق کلھم

اللہ اکبر کی گرج کے ساتھ شروع ہونے والی جنگ کا مدوجزد یکھنا ہو تو لوح دل کو صاف کرو۔ کسی باطنی شفاخانے کا رخ کرو، کوئی دلوں کا اپریشن کرنے والا بلکہ دل تبدیل کرنے والا تلاش کرو۔

تاکہ تم ان تصاویر کو ان واقعات کو اور ان حالات کو دیکھ سکو جو وقوع پذیر ہوتے

ہی عالم مثال میں مرتسم ہو جاتے ہیں اور قیامت کے روز تو بغیر کسی کے چاہنے کے سب کے سامنے نمایاں ہو جائیں گے اس روز تو کافر بھی مشاہدہ کرلے گا ایمان کا کمال تو یہی ہے کہ یہاں مشاہدہ ہو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا تھا کہ اگر پردہ ہٹا بھی دیا جائے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔

بفضلہٖ تعالیٰ ہم نے دیکھا اور خوب جی بھر کے دیکھا، تلواروں کو چمکتے دیکھا سینوں کو پھٹتے دیکھا سروں کو کٹتے دیکھا اور خود اور زرہ کو ٹوٹتے بھی دیکھا وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور سید الشہداء پر نیزہ پھینکتے بھی دیکھا لشکر کفار کو بھاگتے بھی دیکھا، اور خالد جانباز کو پلٹتے بھی دیکھا اس حادثہ کو وقوع پذیر بھی ہوتے دیکھا جس کے پیش نظر جسد نبوی پر دوزریں تھیں۔ یہاں ایک لطیف نکتہ ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو جوانوں کے جوش نے شہر کے باہر لڑنے کا مشورہ پیش کیا۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایما شہر کے اندر رہ کر لڑنے کا تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان جوانوں کی رائے کو رد نہ فرمایا جب اللہ کے رسول نے قبول فرمالیا تو شرعاً گناہ تو نہ رہا۔ اس میں بات قابل غور ہے کہ ان کا مشورہ پر خلوص تھا۔ اور پھر نبی کریمؐ نے منظور بھی فرمالیا۔ لیکن چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج کے موافق نہ تھا اس لئے فتح تو ہوئی مگر مسلمانوں کو بڑی گراں ہوئی۔ ستر چوٹی کے آدمی شہید ہوئے اور سب سے بڑھ کر کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہوئے۔ رخ انور پر بھی زخم آئے دندان مبارک شہید ہوئے۔ اے آج کے مسلمان دیکھ! اگر اللہ کی رضا چاہتا ہے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج شناس بن، آپ کے تیور کی شکن اور اوراق زمانہ کی شکن بن جاتی ہے اور آپ کی نظر بدل جائے تو تقدیر الٹ جاتی ہے تو کس طرح آپ کی سنت کو چھوڑ کر سکون تلاش

کرتا ہے ارے تو زہر کھا کر زندگی کا طالب ہے ارے نادان! غضب الٰہی کے شعلوں میں کھڑے ہو کر آرام کا متلاشی ہے ہاں جا جا اور مغرب کا ہو جا انگریز بن جا اور ترقی کر لیکن یاد رکھ تیری یہ ترقی جو مزاج اقدسؐ کے خلاف ہے۔ دنیا برزخ اور میدان حشر تک تجھے سکوں کے نام سے آشنا نہ ہونے دے گی اور اب بھی رحمت و شفقت نبویؐ کے سائے میں پناہ لے لے۔ یہ وہ ہستی ہے جس نے مکہ والوں سے فرمایا تھا۔

لا تثریب علیکم الیوم انتم الطلقاء

یہ وہ ہستی ہے جس نے حضرت وحشیؓ کو صحابیت کی عظمت عطا کر دی تھی اس کی فیاضی کی کوئی حد نہیں وہ پتھر برسانے والوں کے لئے بھی دعائیں فرمایا کرتا تھا۔

آج بھی وہ ہستی اسی طرح فیاض ہے اس کی رحمت عام ہے وہ رحمتہ للعالمین ہے۔ ارے ظالم، تو گناہ یہاں کرتا ہے وہ تیرے لئے سبز گنبد کے سائے میں مغفرت طلب فرماتا ہے یہ وہی ہستی ہے جس کے لب مبارک ہل رہے تھے۔ حضرت علیؓ نے کان لگائے۔ تو ہلکی ہلکی آواز آ رہی تھی۔

اللھم رَبِّ اُمَّتِی اُمَّتِی

میدان حشر میں جب خلیل اللہ جیسی ہستیاں عرش الٰہی کی قندیلوں میں ہاتھ ڈالے رب نفسی پکاریں گے صرف اور صرف یہی ایک ہستی رب امتی فرمائے گی۔

اے مسلمان آ! خدا کے لئے واپس آ جا، کیا تو نے شاعر مشرق کی درد بھری صدائیں نہیں سنی۔

حیف بر دستور جمہور فرنگ	مردہ تر شد مردہ از صور فرنگ
گرچہ دارد شیوہ ہائے رنگ رنگ	من بجز عبرت نگیرم از فرنگ

اے بتقلید س اسیر آزاد شو   دامن قرآن بگیر آزاد شو

خدا ہم سب کو سمجھ بھی دے اور عمل کی توفیق اور استقامت بھی۔

ساتھیوں میں تجربہ کار اعلیٰ فوجی آفیسر جناب کرنل محبوب ومطلوب جیسی ہستیاں اور جناب بیگ اور سرور جیسے جواں سال بھی شامل تھے۔سب نے پیدل چل کر اس پورے راستے کو دیکھا جس طرف سے کفار کا دستہ لشکر کی پشت پر پہنچنے میں کامیاب ہوا تھا درّہ میں کھڑے ہو کر اندازہ ہوتا ہے کہ کس قدر دور رس نگاہ تھی۔محمد رسول اللہ کی معلم بے نظیر و مدبر بے مثل ،نبیوں کا پیشوا،فقیروں کا سردار اور جرنیلوں میں بے مثل جرنیل۔

بعد از خدا بزرگ تو ئی قصہ مختصر

ساری کائنات میں اللہ تعالیٰ نے کسی کو کوئی وصف کسی کو کوئی وصف عطا فرمایا۔ مگر تمام اوصاف جو مخلوق حاصل کر سکتی تھی۔ بیک وقت صرف آقائے نامدار کو عطا فرمائے۔

آنکہ آمد نہ فلک معراج او

انبیاء و اولیاء محتاج او

الغرض تمام نشیب وفراز کی زیارت کی۔اس ٹیلے پر گئے جہاں شیطان ملعون نے ہانک لگائی تھی۔ان محمداً قدقتل ۔اسی جگہ کو دیکھا جہاں ابوسفیان نے اعلیٰ الھبل کا نعرہ لگایا تھا اور ساتھ ہی اس جگہ کو بھی دیکھا جہاں ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نعرہ تکبیر بلند فرمایا تھا اور فرمایا تھا **اللہ مولانا ولامولیٰ لکم**

اس غار کی زیارت کی جہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آرام فرمایا تھا

جہاں سیدہ عائشہ الصدیقہ اور جگر گوشہ رسولؐ فاطمۃ الزہراء نے رخِ انور کو دھویا اور چہرۂ اقدس سے خون صاف کیا اب غار کا دہانہ ٹوٹ کر گر چکا ہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آرام فرمایا تھا۔ وہ جگہ صاف ہے غار ذرا آگے ہے ویسے تو وہاں کا ذرہ ذرہ منور ہے لیکن جس مٹی کو جسم اطہر سے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک تلووں سے مس ہونے کا شرف حاصل ہوا اس کی شان اور ہے عرب کے ذرے اگر ستارے ہیں تو وہ جگہ سورج کو مات کر رہی ہے صرف دیدہ بینا کی ضرورت ہے اب تک تو انسان ظاہری آنکھوں سے اس سرزمین کو دیکھ لیا کرتا ہے مگر اب حکومت نے وہ تمام میدان مکانوں کی تعمیر کے لئے الاٹ کر دیئے ہیں اور جہاں تہاں مکان بن رہے ہیں شاید اس دور کے بے نصیب انسان سے اللہ کریم ان نشانات کو چھپا دینا چاہتا ہے اور یہ ہونا ہی ہے جب اس کے دل میں پیرس کی آرزو ہے۔ جب اس کا قبلہ لندن میں ہے جب اس کی آرزو امریکہ ہے تو کیوں اس کی آلودہ نگاہیں جو پری رخوں کے جمال کی خوگر ہیں وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نشانات کو دیکھیں اس کا حق یہی ہے کہ اسے ان مقدس امانتوں کی زیارت سے محروم کر دیا جائے۔ کاش اے مسلمان تجھے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہوتی۔ کاش یہ دولت اللہ تجھے دے دیتا تو تو خود اندازہ کر سکتا ہے اب میں تجھے کیا سمجھاؤں کیفیات ذہن نشین کرانے کے لیے الفاظ وضع ہی نہیں ہوئے۔

ہر آن معنی کہ شد از ذوق پیدا
کجا تعبیر لفظی یا بد اُورا

ایک تصویر اور دیکھ شاید اس کا کچھ نقشہ تیرے ذہن میں آجائے نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم بعد از فتح شہداء کو دفن فرمانے کے بعد جب شہر کو تشریف لے جا رہے تھے کچھ جاں نثار آگے تھے کچھ جلوہ میں تھے کچھ پیچھے تھے فوجی ترتیب تھی۔ ایک خاتون نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خیریت طلب کرنے کی آرزومند راہ میں کھڑی تھی سپاہی قریب آئے تو اسے دیکھ کر کہنے لگے۔ اللہ کو یہی منظور تھا۔ تیرا بیٹا تیرا شوہر اور تیرا بھائی جام شہادت نوش کر چکے ہیں تو فوراً بولی میں نے یہ کب پوچھا ہے میں تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جاننا چاہتی ہوں میں تو محبوب کبریاؐ کے متعلق پوچھ رہی ہوں۔ انہوں نے جواب دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں ان کے اشارے کی طرف لپکی حضورؐ کی سواری کو دیکھا، پائے مبارک پر بوسہ دیا اور صرف چند لفظ کہے یا رسول اللہ آپ کے ہوتے ہوئے سب مصیبتیں ہیچ ہیں۔ اور لڑکے اور شوہر وہ تھے جنہیں فرشتوں نے غسل دیا۔ ایک صحابی کی لاش کو اس کے بیٹوں نے اونٹنی پر لادا کہ شہر میں لے جا کر دفن کر دیں تو اونٹنی نے اٹھنے کی سکت ہی نہ پائی۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو فرمایا کسی سے پتہ کرو شاید انہوں نے کوئی دعا مانگی ہو تو پتہ چلا کہ واقعی انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی۔ اللہ! مجھے حضورؐ کے قدموں میں شہادت عطا فرما اور میری قبر وہیں بنا میری میت کو واپس نہ آنے دے۔

اے دنیائے دوں کے طالب! تو موت کے عاشقوں کی ادا کیا سمجھ سکے گا۔

ہاں۔

اللہ کرے عشق کا بیمار تجھے بھی
روتا ہوا دیکھوں پس دیوار تجھے بھی

واپسی پر بدر کی حاضری نصیب ہوئی۔ مسلمانوں کے لئے مدینۃ الرسولؐ سے

جدا ہونا بھی ایک عجیب مرحلہ ہے۔ مسلمان ہو، صاحب مال ہو اور مسجد نبویؐ سے جدا ہو رہا ہو۔ اللہ کی قسم اسے صرف محبوب کی رضا اس طرف کھینچ رہی ہوتی ورنہ کبھی عمر بھر وہاں سے نہ لوٹے۔ صرف یہی وجہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ جیسے عاشقوں کو قسطنطنیہ کی دیواروں کے نیچے سلانے کا سبب بنی۔ میں نے ساری عمر شاعروں کے شعروں اور ادیبوں کے مضمونوں میں درد جگر کی اصطلاح پڑھی اور سمجھتا رہا کہ یہ ایک مفروضہ ہے ایک اصطلاح ہے اور بس لیکن خدائے محمدؐ کی قسم ہے۔ میں نے مسجد نبویؐ سے جدائی کے وقت جگر میں درد کی وہ ٹیس محسوس کی جس کی کسک اب بھی مجھے وہ وقت یاد دلا رہی ہے اگر چہ اب میں وہاں سے ہزاروں میل دور پنجاب کے ایک دور افتادہ گاؤں میں بیٹھا ہوں، بہر حال واپس آنا تھا واپس آئے، وقت سلام کی رخصتی دینی تھی۔ حضرت استاذ نا المکرّم مدظلہ العالٰی تک کا عجب حال تھا۔ صبر وضبط کا یہ کوہ گراں میں نے وہاں لرزتے دیکھا۔ زلزلوں سے نہ گھبرانے والا اور طوفانوں سے لڑ جانے والا، گردش دوراں سے ٹکرانے کا حوصلہ رکھنے والا مرد کامل میں نے وہاں لرزتے تڑپتے اور آنسوؤں کے دریا بہاتے دیکھا جن لوگوں میں یارائے ضبط ہوتا ہے جب کبھی ان کا بند ٹوٹتا ہے تو پھر طوفان امڈ آتے ہیں۔

ہم رونے پہ آجائیں تو دریا ہی بہادیں
شبنم کی طرح سے ہمیں رونا نہیں آتا

بہر حال یہ سب اندازے ہیں دراصل وجہ صدیق اکبرؓ کی طرح اس صدیق دوراں کے گریہ میں بھی کچھ اور ہی ہوگی۔ نماز ظہر ادا کر کے وہاں سے چلے، عصر کے وقت کاریں بدر پہ آکے رکیں بدر ایک ماڈرن سٹی میں تبدیل ہو رہا ہے بڑی بڑی

شاندار بلڈنگ بن رہی ہے اور جدید سڑکوں کی تعمیر شروع ہے بے شمار لوگ وہاں بستے ہیں ایک طرف اٹھتی ہوئی زمین (سطح مرتفع) ایک درمیانہ درجے کے پہاڑ تک پہنچتی ہے۔ یہی پہاڑ کنارِ سمندر اور میدان بدر میں حد فاصل ہے۔ درمیان میں ایک جگہ ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے اور دوسری طرف مدینہ منورہ سے آنے والی وہ وادی ہے جو تین سو تیرہ کی فوج نے بدر پہنچنے کے لئے اختیار کی تھی۔ ہجرت کے وقت مکہ مکرمہ سے مدینہ آنے کا راستہ بھی یہی تھا۔ آج تک وہ راستہ جانا پہچانا تھا اور اسے طریق سلطانی کے نام سے یاد کرتے تھے اکثر حجاج مکہ مکرمہ سے پیدل قافلوں کی صورت میں ہفتہ بھر محبوب کبریاؐ کے نقوش قدم پر آنکھیں بچھاتے مدینہ طیبہ پہنچتے تھے۔ مگر تہذیب جدید کے پروردوں نے ان سب پرانے ورثوں کو ہماری آنکھوں سے اوجھل کر دیا ہے اس کے سمت مخالف میں صحرا نما میدان ہے جس طرف سے قریش کی فوج داخل ہوئی تھی نشیب کی طرف پانی کا کنواں تھا۔ جہاں آج بھی ٹیوب ویل لگا ہوا ہے اور باغ ہے۔ دراصل اس عظیم واقع کا ظاہری سبب یہ ہوا تھا قریش نے تجارتی قافلہ شام کو بھیجا تھا جو ایک قسم کی کمپنی تھی جس میں اکثر روسائے مکہ کی شراکت تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اطلاع پا کر حکم دیا کہ قافلے کو راستے میں ہراساں کیا جائے تا کہ قریش کو یہ احساس ہو جائے کہ مسلمانوں سے جنگ ان کے کاروبار اور ذرائع رزق کے راستہ میں رکاوٹ ثابت ہوگی لیکن اللہ کریم کو جو منظور ہوتا ہے کرتا ہے آپ کے خادموں کا کوئی گشتی دستہ کسی چشمے سے پانی پی کر ہٹا تو وہاں قافلے کے لوگ پانی لینے آئے انہوں نے اونٹ کی مینگنیاں دیکھیں اٹھا کر میر قافلہ ابوسفیان کے پاس لے گئے اس نے توڑ کر دیکھیں تو اس میں کھجور کی گٹھلیاں دیکھ کر کہنے لگا یہ مدینہ کے اونٹ ہیں وہ

لوگ گٹھلیاں کوٹ کر اونٹوں کو کھلاتے ہیں اور غالباً وہ قافلہ کی تاک میں ہے، قافلہ کو اصل راستے سے ہٹا کر سمندر کے راستے پر لے گیا اور ایک تیز شتر سوار مکہ دوڑا دیا کہ قافلے کی حفاظت کے لیے پہنچو۔

بس آگ لگ گئی آناً فاناً ایک ہزار بہترین جنگی جمعیت لے کر سرداران قریش روانہ ہوئے اور مسلمانوں سے پہلے میدان بدر پہنچے۔ یہ شام کے راستے مدینہ اور مکہ کے راستوں کا سنگم تھا پہلے پہنچ کر کنویں پر قبضہ کر لیا۔ مسلمان جب رمضان المبارک کے روزہ دار برہنہ تن اور خالی ہاتھ وہاں پہنچے تو کنواں کفار مکہ کے قبضہ میں تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس چھوٹی سی پہاڑی کا چکر کاٹ کر دامن کوہ میں زمین کی اٹھان پر تشریف فرما ہوئے اور اس پہاڑی کے پیچھے کنارہ سمندر قافلہ خیمہ زن تھا۔ مسلمان مشرکین اور ان کے قافلہ والوں کے درمیان تھے۔ قرآن مجید بتاتا ہے۔

اذأنتم بالعدوة الدنیا وھم بالعدوة القصوی
والرکب اسفل منکم

کفار مسلمانوں کو مٹانے کے لئے آئے تھے اور مسلمان کفار کو مرعوب کرنے مگر اللہ کریم کے ہاں دوسرا فیصلہ نافذ ہونے کا وقت تھا اب ان تین سو تیرہ نہتے کمزور اور خالی پیٹ انسانوں کو مکہ کے بہترین شہسواروں کے بپھرے ہوئے لشکر کا سامنا تھا یہ نفوس قدسی اسلحہ ظاہری سے محروم سواریوں سے خالی اور راشن کے بغیر تھے لیکن ان کے پاس ایک بات تھی عرض کروں۔

شاید کے تیرے دل میں اتر جائے میری بات

بھوکے پیاسے خالی ہاتھ، دشمن کی عظیم جمعیت کے سامنے موت کے منہ میں جانے والے جھاڑ جھنکار اکٹھا کر رہے ہیں ذرا اس وقت کا خیال کریں اور چشم تصور سے دیکھیں ان تنکوں کو یہ کیا کریں گے، ارے دیکھو، تو سب ایک جگہ اکٹھا کر رہے ہیں لو دیکھو تو وہ جھونپڑی بنانے لگے۔ اس کو کیا کریں گے ابھی چند لمحوں میں قریش کا عظیم لشکر ان کے پرخچے اڑانے کو ہے اور انہیں تعمیر کا خیال ہے اچھا اچھا اب سمجھا۔ دیکھ یہ اس لئے بیقرار ہیں کہ کہیں سورج کی تمازت میں محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ ہو۔ ہم کٹ جائیں مر جائیں مٹ جائیں لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دھوپ تک نہ آنے پائے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طنیت را

اے آج کے یورپ زدہ مسلمان، شاید تو اب بھی نہ سمجھ سکا ہو اور تیرے نزدیک یہ ایک معمولی بات ہو مگر اللہ کے نبیؐ نے فرمایا کہ اگر ساری امت ایک طرف ہو اور دوسری طرف اصحاب بدر میں سے ایک آدمی ہو تو عمل بدری صحابی کی رائے پہ کیا جائے۔

کفار نے کنویں پر قبضہ تو کیا مگر اللہ کریم نے مسلمانوں کے لئے آسمان سے پانی بھیج دیا بارش برسی اور خوب برسی صحابی کرامؓ نے رکاوٹیں بنا کر پانی اکٹھا کر لیا اور کفار کا نشیب پانی اور کیچڑ سے بھر گیا۔ یہاں واقعہ کی مکمل تفصیلات کا بیان مقصود نہیں۔ چند تاثرات ہیں۔ مقابلہ ہوا تلواریں چمکیں، بجلیاں کوندیں، زمین ہلی اللہ اکبر کے نعرے گونجے غبار اٹھا اور آخر چھٹ گیا جب مطلع صاف ہوا تو کفار کے ستر سردار خاک

وخون میں تڑپ رہے تھے ستر دست پابستہ مسلمانوں کی تحویل میں تھے اور باقی فوج کیمپ کو چھوڑ کر بھاگ چکی تھی، کثرت تعداد ہی کام آئی نہ اسلحہ کی فراوانی نے مدد کی۔ نہ کثیر راشن نے فائدہ پہنچایا اور نہ پانی کا کنواں ساتھ دے سکا۔ بلکہ درس عبرت بن گئے۔ اللہ کریم فرماتا ہے۔

لاتکونوا کالذی خرجوا من دیارھم بطراً وریاء الناس

لیصدوا عن سبیل اللہ

یعنی کبھی بھول کر بھی (اکثریت کے گھمنڈ میں) صحابہؓ کے سامنے مقابلہ کے لئے نہ نکلو۔ اگر شبہ ہو تو مکہ سے آنے والے لشکر کو دھیان میں رکھو جن کو شیطان بھی چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔ **انی اری مالاترون**

غرض دیکھنے والے کو یہ تمام واقعات میدان بدر آج بھی نظر آتے ہیں عریش بدر اور نبی کریمؐ کے ساتھ ابوبکرؓ۔ جنگ بدر اور مجاہدین کے ساتھ فرشتے ایک چٹکی بھر خاک اور لشکر کفار کو اندھا کرنے کے لئے کافی پھر شہدائے بدر کے مزارات اور ان پر نزول رحمت...... ذرا فاصلے پر قلیب بدر اور اس سے اٹھتے ہوئے شعلے اللہ کریم آپ کو دکھادے۔ اے اللہ مسلمانوں کو عظمت رفتہ عطا فرما۔ اللہ مسلمانوں کو یورپ کی تہذیب کے چنگل سے نجات عطا فرما اور مسلمانوں کو صحیح سمجھ عطا فرما۔ انہیں عشق رسولؐ کی لذت عطا فرما۔ اور ان کے دلوں کو لندن اور پیرس سے پھر کر مکہ اور مدینہ کی سمت عطا کر۔ تو ہر چیز پر قادر ہے تیری رحمت وسیع ہے اور تیری مغفرت عام ہے۔

یــارب صــل وسـلـم دائـمـاً ابـداً

عـلـی حبیبک خیـر الـخلق کلهم

اللہ! ان شکستہ اور بے ربط الفاظ کو میرے لئے توشۂ آخرت بنا، بحرمتہ نبی الکریم رحمتہ للعالمین وصلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین

(بیت اللہ شریف کے صحن سے شروع ہونے والی داستان، منارہ پہنچ کر تمام ہوئی)

محمد اکرم عفی عنہ

۶ / ربیع الثانی ۱۳۹۷ ہجری

۲۷ / مارچ ۱۹۷۷ء

بمنزلِ کوش مانندِ مہِ نو
دریں نیلی فضا ہر دم فزوں شو
مقام خویش اگر خواہی دریں دیر
بحق دل بندو راہِ مصطفیٰؐ را